رجسٹرڈ انگلستان ( )

رجسٹرڈ آصفیہ (۱۸۰)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی۔ اے۔ ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ....
شش ماہی ....
سہ ماہی ....

قیمت پرانا پرچہ (۳/)

قیمت فی پرچہ (۲/)

جلد (۲) | ۷ آبان ۱۳۵۱ ف | ۳۰ شعبان ۱۳۶۱ھ | ۱۲ ستمبر ۱۹۴۲ء شنبہ | نمبر (۲۲)

امن سوزی اور قانون شکنی کی مہم

پردے کے پیچھے کیا ہوتا رہا

"انڈی پنڈنٹ انڈیا" کا تبصرہ

اخبار "انڈی پنڈنٹ انڈیا" جو کار ریڈیکل [?] رائے کی ادارت میں بمبئی سے شائع ہوتا ہے اپنے ایک اداریہ میں تحریر کرتا ہے کہ:۔

امن سوزی کی مہم آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اگر ارباب متقدر دور اندیشی سے کام لیں اور انسدادی تدابیر کے ساتھ ساتھ تدبر کو بھی پیش نظر رکھیں تو پبلک کا ذہن اس تحریک سے ہٹ جائے گا۔ اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ مخالف فاسسٹی جنگ کے خلاف یہ مہم جاری کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔

یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ اس ساری تحریک کا نقشہ کانگریسی لیڈروں کی گرفتاری سے بہت پہلے تیار کر لیا گیا تھا۔ یہ کوئی اتفاقی شورش نہیں تھی۔ یہ تحریک بہت ہی منظم طریقے سے شروع کی گئی تھی اور اس کا مقصد جنگی کوششوں کو درہم برہم کرنا اور فوجوں کی نقل و حرکت میں مزاحمت پیدا کرنے کے لئے مواصلات کو توڑ دینا تھا۔ ہر جگہ ایک ہی قسم کی اشتعال انگیز [?] مجمعوں نے حملہ کیا جن کی رہنمائی کانگریسی کارکن کر رہے تھے۔ اگر اس تحریک کا نقشہ بہت پہلے تیار اور عوام میں تقسیم نہ کیا گیا ہوتا تو مجمعوں سے ایسی حرکات کا سرزد ہونا ناممکن تھا۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ کس نے کیا؟

ذمہ دار کون ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ اس تحریک کا نقشہ ایک وسیع ترین پیمانہ پر تیار کیا گیا تھا اور اس کو تیار کرنے والی ایک ایسی منظم سیاسی جماعت تھی جس کی مشنری وسیع اور مالی بنیاد مستحکم تھی کسی خفیہ انجمن سے یہ ممکن نہیں کہ خفیہ پولیس کے محکمہ سے نظر بچا کر ایسی مکمل تحریک کی تیاری کرے تاوقتیکہ ایسی انجمن کے کارکن ملک کے تمام شہروں میں موجود نہ ہوں اور تحریک کو چلانے کے لئے وسیع ترین وسائل نہ رکھتے ہوں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے ملک میں کوئی ایسی خفیہ انجمن موجود نہیں ہے جو ایسے وسیع پیمانہ پر منظم ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ امن سوزی اور آتش زنی [?] کے واقعات کس کی رہنمائی میں وقوع پذیر ہوئے؟

چند روز قبل حکومت ہند [?] نے دہلی سے ایک کمیونکے جاری کیا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ "یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مجلس عاملہ کانگریس کے ارکان کی گرفتاری سے قبل آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ارکان کے نام بمبئی میں ہدایات جاری کی گئی تھیں کہ وہ ان تدابیر کو روبعمل لایا جائے جن کا منشاء حکومت کو معطل کر دینا تھا۔ کانگریس کے پروگرام کی ماتحت [illegible] چھپائی ہوئی کاپیاں جن میں تمام ادارہ جات [?] کو تباہ کرنے اور حکومت کی مشنری کو معطل کر دینے کی ہدایات تھیں اب بھی تقسیم کی جا رہی ہیں۔ ان ہدایات کی کاپیاں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے صوبہ واری نمائندوں کے پاس سے جب کہ وہ بمبئی سے واپس آ گئے برآمد ہوئیں۔" اس کمیونکے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔

قدرتی طور پر پہلا سوال جو یہاں پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ارکان کے نام یہ ہدایات کس نے جاری کیں؟ اور ان کو جاری کرنے کا مجاز کون ہے؟ یہ ہدایات مجلس عاملہ کانگریس کے ارکان کی گرفتاری سے قبل جاری ہوئیں اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ارکان کے پاس سے جب کہ وہ بمبئی سے واپس ہو گئے برآمد ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ہدایات بمبئی میں جاری ہوئی تھیں جب کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا۔ ان خلاف قانون ہدایات کو تقسیم کرنے والے گرفتار نہیں کئے گئے۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ارکان نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ہدایات خلاف قانون ہیں ان کاپیوں کو اپنے قبضہ میں رکھا۔ اس سے یہ نتیجہ بآسانی اخذ ہوتا ہے کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کو ان ہدایات سے ضرور تعلق تھا۔

کانگریسی لیڈروں کے بیانات

اگر ہم کانگریسی لیڈروں اور مجلس عاملہ کے ارکان کی ان تقاریر اور بیانات کا تجزیہ کریں جو انہوں نے گرفتاری سے پہلے جاری کیا تھا تو ہمارے اس خیال کی مزید توثیق ہوتی ہے۔ کانگریسی لیڈروں نے اپنی تحریک کی نسبت کوئی خاص لائحہ عمل پیش نہیں کیا تھا جیسا کہ سابقہ تحریکات کے وقت پیش کیا گیا تھا۔ اس کے بجائے کانگریسی لیڈروں نے کہنا شروع کیا کہ اس وقت کی تحریک میں ہر قسم کا عدم تعاون اور مقاطعہ شامل ہے جو رہا تھا۔ جی نے اعلان کیا کہ یہ تحریک ایسے وسیع پیمانہ پر شروع کی جائے گی جس کی کوئی نظیر نہیں اور اس میں مختلف قسم کی سرگرمیاں شامل ہوں گی۔ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ان سرگرمیوں سے ساری جنگ پر اثر پڑے تو انہیں کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ سردار پٹیل نے احمد آباد میں ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ عدم تعاون کے [illegible] کی بجائے [?] کانگریسیوں کے محدود نہ ہوگی۔ اس تحریک میں سب

(بقیہ صفحہ ... پر ملاحظہ ہو)

ہفتہ وار
مملکت
جلد (۲) | ۷ آبان ۱۳۵۱ف شنبہ | نمبر ۲۲

مفاہمت کا راستہ
حیدرآباد کے پبلک کارکنوں کا فرض

مملکت آصفیہ کی آزادی اور خود مختاری سے متعلق مجلس اتحاد المسلمین کی حالیہ قرارداد پر بحث کرتے ہوئے مسٹر نرسنگ راؤ ایڈیٹر "رعیت" نے ۲۵ مہر کے اخبار "رعیت" میں اپنا ایک دستخطی مضمون شائع کیا ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ

"اتحاد المسلمین کی قرارداد کے الفاظ میں مملکت حیدرآباد کی حیثیت کو موجودہ گھٹے ہوئے درجہ تک پہنچانے کی جو کوشش امداد و مشورہ، اور محدود آمد کے نام سے یہاں کے نظم و نسق میں بیجا مداخلت برطانوی حکومت کی جانب سے کی جاتی رہی ہے وہ ہر دو حلیف حکومتوں کے باہمی تعلقات کی تاریخ کا نہایت تاریک پہلو ہے۔ ۱۸۰۰ء سے مسلسل مداخلت کا سلسلہ جاری ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اب تاج کی وہی حیثیت ہے جو ایک زمانہ میں مغل شہنشاہ کی تھی۔ مگر فرق یہ ہے کہ مغل شہنشاہ کی مداخلت بالواسطہ ہوا کرتی تھی اس کے بجائے اب تاج کے اقتدار کا استعمال پیرامونٹسی کے نام پر بالواسطہ ہوتا ہے جس کی کوئی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ اگرچہ اس لفظ پیرامونٹسی کی تعریف کرنے کے لئے والیان ریاست نے حالیہ زمانے میں اصرار کیا تھا لیکن آج تک اس کی تعریف نہ ہو سکی ...... والیان ریاست کے توسط سے برطانوی اقتدار کا استعمال ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں ریاستی رعایا کے لئے پُر فریب رہا ہو لیکن اب تو اس کے نقائص اس قدر صاف طور پر ظاہر ہو چکے ہیں کہ ان کی بنا پر ریاستوں میں کسی قسم کی آزادانہ ترقی اور اصلاح ناممکن ہے جس کے وجوہ و علل میں جانا اس وقت غیر ضروری ہے۔"

آگے چل کر قومی حکومت کی تشکیل کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے مسٹر نرسنگ راؤ فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ بھی غور طلب مسئلہ ہے کہ آیا کامیاب انصرام جنگ کے لئے خود حیدرآباد کے نظم و نسق میں کوئی تبدیلی ضروری ہے یا نہیں۔ کیونکہ میرا یقین ہے کہ مشاورتی کمیٹیوں کے ذریعہ عوام کا وہ اتحاد عمل حاصل نہیں ہو سکتا جو کامیاب انصرام جنگ اور جنگ جیتنے کے لئے ضروری ہے۔ اس کی پوری توقع تو صرف اسی صورت میں کی جا سکتی ہے جبکہ حیدرآباد کی حکومت حقیقی معنوں میں ملکی اور سیاسی معنوں میں قومی کی شکل اختیار کرے۔ میرے خیال میں اس بارے میں ملک کی ایک منظم سیاسی پارٹی کی حیثیت سے اتحاد المسلمین پر عظیم ذمہ داری عائد ہے۔ اتحاد المسلمین اور اس کے قائدین کو اب کوئی تعمیری لائحہ عمل لے ہوئے آگے بڑھنا چاہئے اگر وہ آگے بڑھیں تو دوسری جماعتوں سے اتحاد عمل کی وہ پوری توقع کر سکتے ہیں۔"

دو توضیحات

مسٹر نرسنگ راؤ کے مضمون کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دو توضیحات پر اتحاد کے لئے آمادہ ہیں —— حیدرآباد کی خود مختاری اور قومی حکومت کی تشکیل۔ ہمیں خبر نہیں کہ اس مضمون میں مسٹر نرسنگ راؤ نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں وہ ان کی ذاتی رائے ہے یا وہ سارے ہندو کارکنوں اور اداروں کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنی ایک گزشتہ اشاعت میں "خود مختاری کے مضمرات" پر بحث کرتے ہوئے یہ بتلایا تھا کہ حیدرآباد کی خود مختاری اور مساویانہ موقف کی بازیابی کا مطالبہ ایک قدیم مطالبہ ہے اور جب کبھی یہ مطالبہ پیش کیا گیا حیدرآباد کے ایسے پبلک کارکن اور ادارے جو برطانوی ہند کی اصطلاحات اور نعروں کا شکار ہو چکے تھے اور برطانوی ہند کی تحریکات کو طریق عمل کی اندھی تقلید کو اپنا شعار بنا رکھا تھا مساویانہ موقف کی بازیابی کے مطالبہ سے بے اعتنائی برتتے رہے اور ذمہ دارانہ حکومت کے حصول کو اپنی تحریکات کا منتہائے مقصود قرار دیا۔ ایک زمانہ تھا جبکہ حیدرآباد کو ہندو مسلم اتحاد خیال کے طور پر پیش کیا جاتا تھا لیکن جب سے بیرونی تحریکات سے حیدرآباد متاثر ہونے لگا اس اتحاد اور ہم آہنگی میں رخنے پڑنے لگے اور انہی بیرونی اثرات کا نتیجہ ہے کہ حیدرآباد کی خود مختاری کے مطالبہ کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کا وہ مستحق تھا۔ لیکن اب چند روز سے ہندو پبلک کارکن اس نتیجہ پر توجہ کرنے لگے ہیں جس کا ثبوت مسٹر نرسنگ راؤ کا پیش نظر مضمون ہے۔ قدرتی طور پر یہ سوال یہاں پیدا ہوتا ہے کہ اس مسئلہ سے متعلق ہندو پبلک کارکنوں کے نقطۂ نظر میں اچانک کیوں تبدیلی واقع ہوئی۔ اس کے اسباب و علل کیا ہیں؟ ہم اس پر یہاں بحث کرنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر نقطۂ نظر کی یہ تبدیلی حقیقی ایقان کا نتیجہ ہے تو ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مفاہمت کی ایک بنیاد مہیا ہوتی ہے بشرطیکہ خود مختاری کے مضمرات بھی پیش نظر رہیں۔ ہم پھر ایک بار اپنے اس خیال کا اعادہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک خود مختاری کے معنے یہ ہیں کہ حیدرآباد ایک سیاسی وحدت ہے جو کسی بیرونی مداخلت کو خواہ وہ کسی حکومت کی جانب سے ہو یا کسی ادارے کی جانب سے، بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ گوارا نہیں کر سکتی۔ مسٹر نرسنگ راؤ کے مضمون میں خود مختاری کے ان مضمرات کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان مضمرات کو پیش نظر رکھ کر مسٹر نرسنگ راؤ اور ان کے رفقائے کار مفاہمت کے لئے آمادہ ہوں تو ہم اتحاد المسلمین کے صدر کی تقاریر اور بیانات کی روشنی میں یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ مفاہمت سے انکار نہیں کریں گے۔

قومی حکومت کے مضمرات

مسٹر نرسنگ راؤ کے مضمون میں دوسری توضیح قومی حکومت کی تشکیل سے متعلق پیش کی گئی ہے۔ ہمارے خیال میں قومی حکومت کا لفظ بہت مبہم ہے۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قومی حکومت سے مسٹر نرسنگ راؤ کا منشا کیا ہے؟ کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ موجودہ باب حکومت کے سب اراکین حیدرآبادی ہوں؟ یا ان کا مطلب یہ ہے کہ باب حکومت پبلک کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہو؟ یا یہ خواہش ہے کہ موجودہ باب حکومت کے ارکان کی تعداد کو برقرار رکھتے ہوئے اس میں پبلک کارکنوں کو بھی جگہ دی جائے جیسا کہ سال گزشتہ اس قسم کی ایک تجویز پیش کی گئی تھی؟ جب تک مسٹر نرسنگ راؤ ان امور کی وضاحت نہ کریں قومی حکومت کی توضیح مبہم اور تشریح طلب رہتی ہے۔ جب ہم اس کے مضمرات پر غور کرتے ہیں تو اس خصوص میں اور بھی سوالات پیدا ہوتے ہیں مثلاً قومی حکومت کا جو تصور مسٹر نرسنگ راؤ کے ذہن میں ہے اس کے مطابق جو حکومت تشکیل پائے گی وہ کس کے آگے ذمہ دار ہوگی؟ تاجدار دکن کے آگے یا پبلک کے منتخب نمائندوں

سے آگے و مسٹر زنگ دراؤ سے مضمون سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اقتدارات شاہی کی نسبت ان کا کیا نقطۂ نظر ہے۔ اسٹر زنگ راؤ سے زیادہ کون اس بات سے واقف ہے کہ جب کبھی مفاہمت کی گفتگو ہوئی اقتدارات شاہی، دو رہنا کی ذمہ داری، اور ان کے تقرر و علحدگی کے سوالات کیا اہمیت حاصل کی تھی اور گفتگو ئے مفاہمت کے ٹوٹ جانے کی اصلی وجہ کیا تھی؟ قومی حکومت کے ان حضرات سے چشم پوشی کرکے یا ان کو نظر انداز یا ملتوی کرکے ہم نہیں سمجھتے کہ مفاہمت کی کوئی گفتگو بار آور ثابت ہو سکتی ہے۔ اس سے قبل مفاہمت کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جو نواب بہادر یار جنگ بہادر، پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ، مسٹر اکبر علی خان بیرسٹر اور پنڈت رام چندر راؤ پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد نواب بہادر یار جنگ بہادر اور مسٹر زنگ راؤ کے مابین مفاہمت کی گفتگو ہوئی اور اس بات سے تو سب واقف ہیں کہ ہر دو موقعوں پر گفتگوئے مفاہمت کیوں ناکام رہی۔ ہماری یہ سوچی ہوئی رائے ہے کہ ایک وجہ مفاہمت کے لئے ان حضرات کا مشتعل جذبہ حل نا گزیر ہے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ مسٹر زنگ راؤ ان حضرات کے متعلق جو مفاہمت کے راستہ میں حائل رہتے ہیں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت فرمائیں گے اور یہ بتلائیں گے کہ نظم و نسق کی جو تبدیلی وہ چاہتے ہیں اس کی نوعیت کیا ہوگی؟ جب تک ان امور کی وضاحت نہ ہو جائے مفاہمت کا راستہ ہموار نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ بحث ضرور چھیڑ جائے گی کہ مفاہمت سے کس نے گریز کیا ہندو قائدین نے یا مسلم قائدین نے۔ اس سے مسٹر زنگ راؤ پر یہ ایک ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان امور کی تصریح کر دیں اور زبان اور ملازمتوں کے متعلق تو جو جھگڑے کے سوالات ہیں ان پر اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کریں۔

ایک شرط مقدم

بعض حلقوں میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ چند روز سے ہندو مسلم قائدین میں گفتگوئے مفاہمت کا سلسلہ شروع ہوا ہے جس میں دونوں تنظیمات زیر بحث ہیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ اطلاع کس حد تک صحیح ہے۔ ہم اس بات کے ضرور آرزو مند ہیں کہ ہندو مسلم قائدین میں مفاہمت ہو جائے اور حیدرآباد میں ہندو مسلم اتحاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا ہو جائے جس کو ایک زمانہ میں مثال کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔ اگر اس خبر میں کوئی اصلیت ہے اور ہندو مسلم قائدین مفاہمت کی گفتگو کر رہے ہیں تو ہم اس گفتگو کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جب تک حیدرآباد بیرونی تحریکات اور اداروں سے متاثر ہوتا ہے کوئی مفاہمت پائیدار ثابت نہ ہوگی۔ اس لئے گفتگوئے مفاہمت کرنے والوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ دوسری تنظیمات پر کچھ کہنے سے پہلے صاف و صریح الفاظ میں یہ عہد کریں کہ وہ بیرونی اداروں کی سرپرستی سے حیدرآباد کو محفوظ رکھیں گے اور اپنے داخلی مسائل کے تصفیہ کے لئے بیرونی رہنمائی قبول نہ کریں گے۔

کریں گے اور باقی سیاسی تنظیموں کا واحد مرکز تا جدار دکن کو بنائیں گے۔

۲۔ پنچایت کے ارکان کو جن میں حکومت نے یہ سفارش قبول کر لی ہے۔

کمیٹی نے پنچایتوں کے اختیارات کے متعلق اپنی سفارشات میں گلی کوچوں کی صفائی، آبرسانی، سڑکوں کی تعمیر و ترمیم اور نگہداشت (حدود قصبہ کی حد تک)، حفظان صحت، کشتی رانی اور روشنی کے انتظامات، میلوں اور بازاروں کی نگرانی اور قبرستانوں اور مرگھٹوں کے تعین و نگہداشت کے مسائل کی حد تک تمام امور پیش کئے تھے جن میں سے تقریباً سب کی نسبت معزز باب حکومت نے اتفاق رائے ظاہر فرماتے ہوئے مرگھٹوں اور قبرستانوں کے سوال پر اختلاف اس وجہ سے کیا کہ یہ مسئلہ بعض وقت فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو متاثر کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت اقدس و اعلیٰ نے پنچایتوں کی تشکیل، اختیارات اور فرائض کے متعلق معزز باب حکومت کی سفارشات کو جنہیں منظوری عطا فرمایا ہے اور اس تجویز کو بھی منظوری کی عزت عطا فرمائی ہے کہ جہاں کہیں مقررہ تعداد سے آبادی کم ہو وہاں تنظیم دیہی کی انجمن اگر اچھی طرح منظم ہو تو اسی کو دستوری پنچایت کا درجہ دیا جائے۔

سیاسی مظاہروں میں طلبا کی شرکت کی ممانعت

حیدرآباد ۲۰ آبان بحکم معتمدی عدالت و کوتوالی و امور عامہ و محکمہ تعلیمات، سرکار عالی سے سیاسی مظاہروں اور ہڑتالوں میں طلبا کی شرکت کے امتناع سے متعلق جملہ عہدہ داران سررشتہ تعلیمات کے نام جو گشتی جاری کی گئی ہے اس کا حسب ذیل اقتباس پبلک کی اطلاع کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے۔

۱۔ طلبا کو اپنے فرائض جیسی اور صاحب ادارہ کی نیک نامی سے متعلق فرائض سے آگاہ کیا جائے اور یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ جو مراعات مثلاً معافی فیس، وظائف وغیرہ اس وقت سرکار عالی سے مرحمت ہیں وہ طلبا کے عمدہ طرز عمل اور چال چلن سے مربوط و مشروط ہیں۔

۲۔ ہڑتال منانے یا کسی غیر معقول اور غیر مستند وجوہ کے بغیر مدرسے سے غیر حاضری کی صورت میں طلبا کی پوری میعاد بلکہ سال تمام کی حاضری سوخت کر دی جائے گی۔

۳۔ ان طلبا کو جو کسی گڑبڑ یا ان جلسوں میں شامل ہونگے جو طلبا کو مدرسہ سے غیر حاضر رہنے کی ترغیب دیتے ہوں، مدرسہ سے خارج کر دیا جائے اور انہیں سند ترک مدرسہ نہ دی جائے۔

۴۔ اگر ہڑتال وغیرہ کی نوبت آئے تو صدر درسگاہ کو اختیار ہوگا کہ وہ حسب ضرورت کوتوالی کو اطلاع دے کر حسب ضرورت مدد حاصل کرے۔ اس صورت میں سماجی اذیت ترک کرنا بمقابل اختیار کرنے کے زیادہ مناسب متصور ہے۔

۵۔ ۔۔۔ کے حالات پر مبنی ۔۔۔ سیاسی ۔۔۔ کی حرکات ۔۔۔ [illegible]

اصلاحات کی اسکیم

قصبات میں دیہی پنچایتیں

اسکیم اصلاحات کے نفاذ کے سلسلہ میں ایک اور قدم بڑھ گیا ہے۔ یہ واضح کیا جاتا ہے کہ ایسے قصبات میں جن کی آبادی ڈھائی ہزار سے کر پانچ ہزار تک ہو پنچایتیں قائم کی جائیں گی۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں ابتدائی امور تکمیل پا چکے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ان کمیٹیوں کی تشکیل اور فرائض و اختیارات کے متعلق قواعد تیار ہو چکے ہیں جو عنقریب شائع کر دیے جائیں گے۔ ان قواعد میں سمجھا جاتا ہے کہ اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ دیہی نظم و نسق میں باشندگان دیہات کا زیادہ سے زیادہ تعاون حاصل رہے۔ ان پنچایتوں کے ذمہ قصبات کی صحت، تعلیم، آسائش اور سماجی و معاشی فروغ حالی کے امور رہیں گے۔ اس اسکیم کے تحت سمجھا جاتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار پنچایتیں قائم ہوں گی۔

اس سلسلہ میں یاد ہوگا کہ آئینگار اصلاحات کمیٹی نے جس کے غیر سرکاری ارکان دیوان بہادر آرواموداوا آئینگار، مسٹر کاشی ناتھ راؤ ویدیہ، مولوی میر اکبر علی خان صاحب تھے یہ سفارش کی تھی کہ ایسے تمام قصبات میں جن کی آبادی ایک ہزار تا پانچ ہزار ہو پنچایتیں قائم ہونی چاہئیں۔ لیکن معزز باب حکومت سرکار عالی نے اقل کو ڈھائی ہزار قرار دیتے ہوئے تجویز فرمائی کہ کسی ایسے قصبہ میں جس کی آبادی ایک ہزار یا اس سے زیادہ ہو اور کوئی انجمن تنظیم دیہی وہاں باضابطہ طریقہ پر قائم ہو تو اسی انجمن کو دستوری پنچایت کمیٹی کے درجہ پر تسلیم کر لیا جائے گا تاکہ ایک طرف دوئی نہ ہو تو دوسری طرف ان انجمنوں سے جو گزشتہ کچھ عرصہ سے بہت اچھا کام انجام دے رہی ہیں یہ فرائض حسن و خوبی انجام پا سکتے ہیں۔ آئینگار کمیٹی نے ان پنچایت کمیٹیوں کی تشکیل کے سوال پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں کمیٹی کے نقطۂ نظر کو یہاں پیش کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کمیٹی نے ان پنچایتوں کے مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے یوں لکھا ہے کہ ہمارے گاؤں کے رہنے والے خوبی کے ساتھ نظم یافتہ، قدامت پسند اور وہم پرست ہیں۔ یہ لوگ ذات پات بندی کے بھی اس طرح قائل ہیں کہ مساوات کا کوئی تصور بھی ان سے موافق نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر یہ خیال کرنا مشکل ہے کہ اس وقت جبکہ اگر ان لوگوں کو رائے دہندگی کا حق و اختیار دیا جائے تو وہ اس کو صحیح طور پر استعمال کریں گے۔ یہ صرف یہ بلکہ یہ بھی خطرہ ہے کہ تمام انتخابات سے جماعت بندی کے اختلافات دیہی زندگی کو متاثر کر دیں گے۔ ان امور کے پیش نظر ہماری رائے ہے کہ بہتر ہوگا کہ کسی طرح یہ دیہی اثر و رسوخ جن سے جائیں تاکہ کشیدگی اور اختلافات سے بچتے ہوئے بہتر نتائج حاصل ہو جائیں۔ اس بنا پر کمیٹی نے سفارش کی کہ باشندگان قصبہ مقررہ تعداد تک چنے ہوئے ناموں کی ایک فہرست اول تعلقدار صاحب متعلقہ کی خدمت میں پیش کریں اور تعلقدار صاحب موصوف ان میں سے ۳

جنگ نے گھریلو موازنہ کو کیسے بگاڑا

غیرت بیگم اور سلیمی صاحب کی جھڑپ

(تقریر پروفیسر محمد ابراہیم صاحب جو نشر گاہ اورنگ آباد سے نشر ہوئی۔)

گھر والی چھالیا کے ایک دانے کو سروتے میں رکھتی ہوئی بڑبڑائی: "نصیبہ کے! ابھی کوئی انسانوں میں انسان ہیں۔ ابھی تک سودا خریدنے کا سلیقہ نہیں آیا۔ معلوم نہیں گلی سڑی چھالیا کہاں سے اٹھا لائے۔ شاید ہی دس دانوں میں ایک کھرا دانہ ہو جو مجھ سے کٹے۔ چھالیا کیا ہے بیوی کے باغ کے مرغے ہیں۔ میں اب در آئیں تو ان سے پوچھوں کہ دفتر میں عہدہ داری کیسے کرتے ہو۔ چھالیا خریدنی نہیں آتی تو بیچاروں سے کیسے کام لیتے ہوں گے۔"

بڑبڑاہٹ کا یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ پایا تھا کہ رشتہ دار بچے کی پیالی پھوٹنے کی آواز کان میں پڑی۔ بس کیا تھا مارے غصے کے لال پیلی ہو گئیں اور کلو پر برس پڑیں۔ "ائے پاجی ذرے۔ کیا آنکھوں پر چربی چھا گئی۔ دیدے پھوٹ گئے۔ ڈھیلے بہہ گئے جو اچھی بھلی پیالی پھوڑ دی۔ اللہ کرے تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور مرے ہی تجھے آسیب جلدی لگ جائے۔ مارے نقصان کے پاگل کئے دیتا ہے۔" وہ تو خیر گذری جو بیچاری تمام ڈاکٹروں نے ملنے جلنے کی ممانعت کر دی تھی ورنہ سیدھی باورچی خانے پہنچ سروتے کلوے کی انگلیاں کاٹ ڈالتیں۔ پھر صلواتوں گالیوں کا تانتا جاری رہا اور وہ کوسا اور بد دعائیں دیں کہ اگر ان کی بد دعا میں اثر ہوتا تو کلو دس مرتبہ مر کر جی اٹھتا اور پھر مر جاتا۔ وہ تو خوش نصیبی سمجھئے کہ ہماری بیویاں خدا کو پیاری نہیں ورنہ ہم بھی دسیوں مرتبہ جیتے اور طاعون میں مبتلا ہو چکے ہوتے۔ گر اتنی بات آ پہنچی تھی کہ اس گرانی کے زمانے میں ٹکڑے "چل چل رے نوجوان" کی گنگناہٹ میں چل بنگی بیٹھی جاگتی دودھ کے جیسے سفید پیالی کو آن واحد میں لخت لخت کر دیا۔ واحسرتا! وادریغا! سب کچھ تو ہو گذرا پر اتنی خیر گذری کہ تب کا تب تو ڈرا کا دو معترضوں سے بال بال بچا۔

بیگم صاحبہ ابھی پیالی پھوٹنے کے غم میں مصروف تھیں کہ باہر سے جناب سلیم سلیمی صاحب کے قدموں کی چاپ سنائی دی جو سوئے اتفاق سے اپنی بیگم صاحبہ کے کمرے کی طرف آ رہے تھے۔ ویسے تو یہ صاحب سٹ کر اپنی سانس کو بچا کے آتے تھے لیکن جب زوجہ محترمہ کا غضب ناک چہرہ دیکھا تو ٹھٹک گئے۔ سانس پھیپھڑوں کے بس سے باہر ہانپنے کانپنے لگیں۔ [illegible] جو اہلیہ محترمہ کے تخت کے بازو پر تھیں کی افتادگی کا ثبوت دے رہی تھی۔ ایک تو دل پھر کا ذرہ کا بھڑکا ہوا اور دوسرے منجھلی کا مارا اسپند سامنے کرسی پر جیسے ہی بیٹھا تھا کہ بیگم صاحبہ نے ایک ہی سانس میں چھالیا کی برائی اور پیالی پھوٹنے کے حادثہ کا حد میاں کے سر تھوپ دیا۔ چھالیا تو خیر فریب کے شکے اس لئے آئی تھی کہ بیٹے کا ذریعہ دوسرا [illegible] تھا پیالی تو قطعی طور پر کلو نے توڑی تھی۔ پھر بھی بیگم [illegible] کہہ گذریں کہ کہیں سے کچی مٹی کی پیالیاں اٹھا لائے ہیں۔ کہ ذرا پتھر پر گری اور ٹوٹی۔ آخر ان کے بھائی دولت خاں نے بھی انہیں شادی پر چائے کا سٹ دیا تھا جو پورے دس سال چلا۔ خاوند بے بس ہے کس اپنی بیوی کے ذی اختیار برادر جنگ کے مقابلے میں اپنی توہین اٹھانے کے لئے تو پیدا ہی ہوا ہے۔ جوں توں کر کے سلیمی صاحب الزام بجائے سکوت پی گئے۔ برداشت نہ کرتے تو کیا کرتے۔ آخر وہ ان کے صاحبزادے لطیف الزماں کی والدہ محترمہ اور صاحبزادی نفیسہ بیگم کی امی جان ہیں۔

بارے جب کھوٹی باتیں سننے کے بعد دم میں دم آیا تو وہ ٹہلا اور ٹھوکر دل ہی کو سنے لگا کہ جرمنی اور جاپان کے ان گیندوں نے ادھم مچا رکھا ہے ورنہ چھالیا بھی اچھی آتی اور پیالی پھوٹنے پر ان کی توہین بھی نہ ہوتی۔ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اسی دوران میں صاحبزادے لطیف منہ بسورتے اندر داخل ہوئے اور ماں کے سامنے پہنچ گیا۔ اس حرکت پر بیگم صاحبہ نے خاوند کی جانب تیوریاں چڑھا کر اس طرح دیکھا گویا بچے کو تربیت بھی باپ نے سکھایا ہے اور ابھی کچھ سوچ رہی تھیں کہ لڑکے نے بلک بلک کر رونا شروع کیا اور کہا کہ آج ماسٹر صاحب نے مجھے سب لڑکوں کے سامنے بٹھا لیا اور کہا کہ تمہارے باپ کے پاس ساڑھے سات روپے بھی نہیں جو تمہیں اٹلس اور کاپیاں خرید کر دیں۔ یہ کہتے ہی لڑکے نے چیخنا شروع کیا کہ ہم مدرسے نہ جائیں گے جب تک ساڑھے تین روپے کا اٹلس اور چار روپے کی چار کاپیاں نہ خریدی جائیں گی۔ بھولا اعتبار نہ آئے تو میرے ہم جماعت جمیل کو بلا کر پوچھ لو۔ مرزا جمیل امی جان! تم تو بے جاتی تھی نہیں۔ وہ ٹیلے والے ماسٹر مسکین کا بیٹا جس کے پاس ایک ہی شیروانی [illegible] ماسٹر نے اٹلس اور کاپیوں کے لئے پرسوں کہا تھا۔ آج جماعت سے جب پوچھا تو بیاسی لڑکوں میں سے چھ کے پاس اٹلس اور کاپیاں تھیں باقی سب لڑکے کھڑے رہے۔ پھر ماسٹر کو رحم آیا تو انہوں نے کاپیوں کی تاکید کر کے بٹھا دیا۔ باپ نے فرزند مسعود اختر کو گود میں بٹھا کر کہا کہ ابھی اٹلس اور کاپیاں لا دیتا ہوں۔

ابھی دیر میں اندر سے صاحبزادی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ میاں بیوی چونک پڑے۔ دوڑ کر دیکھے تو لڑکی کا چہرہ تمتما رہا تھا اور بخار شاید تیز تھا۔ لڑکی بے چاری بڑی دیر سے کراہ رہی تھی۔ گھر میں کسی کو [illegible] مرہم آرام گھر والی کی کوکھ اور گرج میں ڈوب کر رہ گئی تھی۔ بیگم صاحبہ نے جب دختر نیک اختر کی حالت دیکھی تو ڈاکٹر "اچھے کر" کو کوسنا شروع کیا کہ اس کمبخت ڈاکٹر کی دوا سے ہی بخار آئے۔ پیسے تو روز نقد دیے جاتے ہیں مگر دوا سے فائدہ کچھ نہیں۔ آج لرزہ بھی اس زور کا آیا کہ گھر کے سب لحاف اڑھانے پڑے۔ یہ کہتے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور کہنے لگیں: "لوگوں کے ہاں تو چار چار ہیں۔ میرے دو بیٹے ہیں لوگوں کو کھلتے ہیں۔" حالانکہ اس وقت اس کو بیٹے لوگوں میں سے کوئی نہیں تھا۔ خاوند اپنے بھائی کے پیارے اشارہ پا کر دل مسوس کے رہ گیا۔ اس وقت سوائے صبر کے چارہ بھی کیا تھا۔ ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ بلا اچھے برین کے انجکشن کے لڑکی کا روگ نہیں جائے گا اور ایک ٹیوب کے دام اٹھارہ پندرہ روپے گیارہ آنے ہوتے ہیں۔ مہینے کی چوبیس تاریخ اور رہ بھی وہ پیسے کی جیب کہ گذشتہ مہینے میں اپنی تنخواہ مل چکی ہے۔ بیالیس دن کا مہینہ بیچ پیچھے تنخواہ داروں کے لئے بڑا کٹھن ہوتا ہے۔ انسانی دنیا کے مد و جزر میں جنگ ایک ایسا عذاب ہے کہ نافرجام قیمتوں کے منہ آئے۔ مرنے والے تو مرتے ہی ہیں مگر ساری دنیا اس میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اب ہمارے میاں سلیم سلیمی صاحب بڑے زمین شناس ہیں مگر جنگ ان شاعروں کا بھی کوئی لحاظ نہیں کرتی۔ غریب کی مالی حالت کیا پوچھتے ہیں۔ [illegible] پوچھنے تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ مجھے تو حساب ڈیڑھ سو کے پھیر میں ہے۔ سلیمان بھائی جنرل مرچنٹ کا لگا ہوا منگ بجٹ ہو گیا ہے۔ بیوی کے رشتہ داروں یہ لوگوں بیٹے ملیح کے بڑے بھائی صاحب نے اپنی انجمن امداد باہمی سے ڈھائی سو روپیہ قرض اٹھا کر دیا تھا۔ اپنے دفتر کی انجمن امداد باہمی کی بے رخی کیا پوچھنا ہے۔ تین مہینے کی قسطیں ٹوٹ چکی ہیں اور انہوں نے بلا اس کا لحاظ کئے کہ تنخواہوں کے وقت سلیمی صاحب بڑا [illegible] قصیدہ کہتے ہیں نوٹس جاری کر دیا ہے۔ بارہ روپے ماہینہ قسط کٹ گئی۔ جناب سلیم صاحب نے حافظ کے مختلف [illegible] روپے کے قرض کی فہرست ترتیب دی تو ہر روپے کا نپ گیا کہ بچی نے کروٹ لی۔ مریضہ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں کہ اتنی دیر میں ڈاکٹر "اچھے کر" کی آواز سنائی دی بیچارہ جنگ زدہ، مصیبت زدہ اور تشویش کی دنیا سے ایک دم کے لئے ہوا گر یاد ڈاکٹر کی آواز ہی اس کے لئے صدائے مسیحائی تھی۔ نے آتے ہی تھرمامیٹر لگایا۔ پھیپھڑوں کا معائنہ کیا۔ جب بغل میں ڈالی اور تھرمامیٹر نکال کر پارے کی بلندی پڑھتے ہوئے کہا کہ بخار ۱۰۴ درجے ہے۔ [illegible] ....) اسے برابر دینی پڑے گی۔ یہ دوا دوا والے کے ہاں سے ہیں بیچ لیتے آئیے۔ عہدہ دار سے اب نہ رہا گیا اور بے کیف ہو کر بولے "ڈاکٹر صاحب ہم عہدہ داروں کی کیا حیثیت ہے کہ اس دوا کے انجکشن خرید سکیں۔ یوں تو دو ڈھائی روپے کا انجکشن تھا۔ اب تو پانچ سو روپے ہو گئے ہیں۔ یہ رقم ہماری پہنچ سے باہر ہے۔" خاوند کا یہ بیان سنتے ہی ان کی زوجہ محترمہ کا چہرہ جو ابھی [illegible] دل ہی دل میں [illegible] کہ ان کی حیثیت ایسی نہیں کہ ...

نیس۔ جلکشن قریب کیں۔ ڈاکٹر نے بیچ کر " بہد ودھاری تھے۔ انہوں نے اپنے پاس سے اپنے بٹن کی ٹوپ حال میں تیار کیا۔ جلکشن سے ہی ڈالا اور اس کے بعد دوائی اور ودیں دے کر چلا گیا۔ شوہر بیٹو ڈاکٹر کو چھوڑنے گئے تو باپ واپس پر سینے میں پچھے چلے گئے کہ اندر سے واپس جاؤ۔ اب اس ادھیڑ بن میں تھے کہ اندر سے بیگم صاحب غمگین لیے یہ کہا رفیق! "تقسیہ کے دیا نہ اندر آؤ۔ تم سے مجھے دو دو باتیں کرنی ہیں"۔ تقسیہ کے دیا بچارے فوراً ہی بر جان ادرو دیتی اپنی عزت دونوں ہاتھوں میں لئے دو زانکسار میں غرق، اپنے منعل کی خدمت میں پہنچے۔ بیگم کی یہ بد تمیزی کے اعتراف نے بیگم کو آپے سے باہر کر دیا تھا وہ بھرت چپاتی بچی تھی کہ خاکسار شوہر ہر وقت کی خدمت حلال میں حاضر ہوئے۔ چھٹے۔ تالیں۔ اب تو میرا اس گھر میں نباہ ہو تا ہے لگے بچھ اوہ۔ دیت خان کی بیٹی ایسی ہی نہ ہو گی کے پرانے مردوں کے سامنے ایسا بچارہ بیچارہ اگر یہیں بنی سنتی تھا۔ آمرزا پور والوں کی بیٹی کس اونچی ناک سے بیاہ لائے۔ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتے۔ کسی کمینے کباڑی کی لڑکی پکڑ لاتے تو یہ دن دیکھنا کیوں نصیب ہوتا۔ میاں بیفیس۔ بیگم صاحب کی ڈانٹ ایسے سن رہے تھے گویا منتظم کے سامنے کسی مسودہ کی تعلیل پر نادم ہوں۔ دل میں کئی مرتبہ آیا کہ کہہ دیں کہ لیں مگر اس سکتے سے بھی منتظم ... سے پہلے ادھار لینے پڑتے۔

ابھی علی صاحب اپنی غربت و مسکنت کی بحث ... غروب ہو گئے تھے کہ دو چار مالی حقانہ کے برادر بزرگ دولت خان کی آواز سنائی دی۔ پہلے تو یہ ہے کہ اس کج بحثی میں وہ کود پڑتے۔ گو کل رخصت اتفاقی لینی پڑے گی مگر خیال آتا ہے ڈھارس بندھی کہ اس دن کے واقعات میں وہ سراسر معصوم اور بے گناہ ہیں۔ دروازے کی جانب لپک ہی رہے تھے کہ دولت خان داخل ہوئے۔ غیرت بیگم ناک سکوڑے بیٹھی تھیں۔ علیک سلیک کے بعد خیریت دریافت ہوئی تو غیرت بیگم نے سسکیاں لے لے کر اس شام کا واقعہ پوست کندہ بیان کیا۔ میاں دولت خان نے بہن کو امداد کی بجلی اسیدھی گر رہ جانے نگہبانی کی طرح بہن پر برس پڑے کہ "غیرت تم تو اب از خود رفتہ ہو۔ لوگ بھوکوں مر رہے ہیں اور تمہیں خاندانی ننگ و ناموس سوجھ رہا ہے۔ خدا تم لوگوں کو ایمان بھیجا جائے تو پتہ چلے کہ دنیا میں کوئی جنگ ہو رہی ہے۔ میاں دولت تو بڑے ٹھوم خان کہستانی نے اسکے ڈھیلے کر دئیے تھے۔ تخت پر بیٹھے جو بیٹے کر اگر میاں چلے تو سب عورتوں کی تنظیم جمع ہو دن بکر نہیں بھوکوں مرنے کا تجربہ تو ہو۔ غیرت تم ہو کس دنیا میں خدا را جان ... گھر کا حال پوچھو تو جنگ پیارا نظر آئے نیوں مہاجرتوں کے بعد اور ... دو وقت ... ہم اپنی بات کر دیکھتے ہیں کہ انڈوں کے پیسے دو دن کٹ جائیں اور ... چاپا یا پیالی پر خون تھوک رہی ہو۔

میاں بیٹے کے حواس ... تو بھرت پٹ کر "بھائی جان! اگر گھر کا حساب سناؤں تو پتا آپ ہو جائے۔ معلوم کس طرح گزران ہو رہی ہے۔ بھی امداد ... کے ساتھ سو ... کے ... میں ... بیٹے کے

ڈیڑھ سو روپے سلیمان بھائی کے سو۔ تیرہ روپے آٹھ آنے تنخواہ میں دو روپے بیمہ کٹ کر گیارہ روپے آٹھ آنے رہے۔ اب آپ ہی بھائی جان سمجھا دیجئے کہ کیوں گزر رہی ہے۔

دولت خان آئے تھے اس خیال سے کہ بہنوئی کے بھائی نیس کی مدد سے ایک ہزار قرض لے کر چین مہاجن سے چھڑا لیں گے کہ ادھر بہن کی بات یاد آئی کہ دوسروں کے چار چار ہیں اور میرے دو تھے سے بھی کھلتے ہیں۔ قرضہ کس منہ سے کہنا۔ پہلے تو یہ ضروری سمجھا کہ جنگ کے اثرات گرانی پر ماہرانہ سے ہم خیالی ظاہر کرے پھر دل کی بات کہے۔ کہنے لگے ہیں تمہاری ماہوار آمدنی اکہتر روپے ہے اس میں سات روپے مکان کا کرایہ دیا تو چونسٹھ رہ جاتے ہیں یہیں کمانا چاہا کہ خواہ اپنا رو داد وعدہ معہ شادی بھائی دوست احباب پڑوسی نانی سب میں۔ ایک سال پہلے کی بات اور تھی مگر جب جاپان کے جنگ کا بھوت آیا ہے۔ تب سے تو گذر بسر محال ہو رہی ہے۔ اول تو غیرت بیگم! بات یہ ہے کہ جو سامان پہلے آتا تھا وہ بند ہو گیا اور ملک کے کارخانے سامان جنگ بنانے میں مصروف ہو گئے۔ مصر، عراق، فلسطین اور شام کی فوجوں کے لئے جنگی ضروریات روس کی امداد اور جاپان کے پیلے ناگ کے مقابلے آسام میں فوجوں کو مکمل کرنے سے میں رکھنا بہت بڑی اکھیڑ ہے۔ جنگ کے زمانے میں مہنگائی تو ہوا ہی کرتی ہے اور ہم سب کو اس کے لئے تیار رہنا چاہئے تھا مگر یہ ستم ہے کہ اپنے ملک والوں نے ہاتھ رنگنے شروع کئے۔ یہی گیہوں پندرہ روپے پہلے تھے اب چوبیس ہیں یہ تو غنیمت سمجھو کہ حیدرآباد کی حکومت نے بہت جلد اناج پر قابو پالیا ورنہ جوار اور جو کھانے کو ترس جاتے اور چھین کا قحط یاد آتا۔ اناج کی مقدار میں تو کوئی کمی نہیں مگر اناج کے بیوپاریوں نے ستر ڈھار کھلے اگر یہ لوگ ابھی جنگ کو اپنی جنگ سمجھیں تو اب بھی کئی چیزوں کے بھاؤ گر جائیں اور گیہوں جوار کی پہلے نرخ پر آ جائے اس کے ساتھ ہی ساتھ دال ترکاری۔ مصالحہ۔ گوشت۔ سب کے بھاؤ اتر جائیں کیوں کہ ان لوگوں نے بھی اناج اور کپڑے کے بھاؤ کے مطابق اپنے نرخ چڑھا دیئے یہ تو بازار کا پیچ ہے جس کی کنجی انہیں بیوپاریوں کے ہاتھ میں ہے۔ کپڑے کو بیچ پوچھو تو آگ لگ گئی ہے۔ جاپان کا مال آنا کیا بند ہوا ان بزازوں کی بن آئی۔ ڈھنگ کے کپڑے کا چھیرہے۔ خدا جھوٹ بلوائے۔ ہمارے ہاں کے بچے بڑا نکھے پہ ادھر تیرے ہزار کی کمائی۔ چھ آنے گز کی لنگی سوا روپے کو نہیں ملتی۔ حالانکہ سرکار نے نرخوں کو قابو میں لانے کے لئے کئی کمیٹیاں بنائی ہیں مگر کوشش کامیاب تب ہو جب بیوپاری بھی ساتھ دیں۔ مٹی کے تیل کی گرانی تو قابل معافی ہے کیونکہ سے تیل نہیں آتا اور ایران کا تیل جنگ میں کام آ رہا ہے مگر گھاس کو انی پر کونسی بجلی گر گئی جو گٹھے داموں بکنے لگی۔ ادھر دیکھے تو فقد آنا سستا ہو کر شاید جلی جنگ میں ملا ہو۔ یہی لڑکوں کی پیالیاں چار چار کے بکتی تھیں جواب ایک ایک روپیہ میں ملتی ہیں۔ اپنے حشمت خان کے لئے پیالیاں خریدنے گیا تو حیرت میں رہ گیا۔ اب بھی کسب دوش کی رقم باقی ہے۔ غیرت یہ جنگ تو ملی ہے مگر اس مہنگائی کا سبب میں بتایا ساکھی ہے وہ دوسرے بیوپاری جنگ۔ دنیا کے لئے زحمت اور ہمارے لئے

رحمت ہے مرنا جنگ میں دو دو سے کال پڑے افلاس کے لئے اور تم دوسرے میں تنبیح ڈالتے رہو مگر یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جنگ مجبوری جنگ ہے۔ کب تک فائدہ اٹھاتے جاؤ گے اس جہان میں تو اللہ میاں پوچھیں گے ہی مگر اس جہاں میں بھی ایک دن اس کا حساب کتاب دینا پڑے گا۔ وہ پوچھ پاچھ ہونے والی ہے کہ سب ہیچ پوچ بھی یاد آ جائے۔ ابھی یہ ۱۹۱۴ء والی جنگ کے پھیر میں ہیں انہیں معلوم نہیں یہ اجتماعی عالمگیر جنگ ہے۔ مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب ہر سمت سب جگہ جنگ ہی جنگ ہے۔ ہماری نجات اسی میں ہے کہ ہم سب ہندوستانی مل کر چاپان والوں کی حمایت میں انسانیت کے دشمنوں یعنی جرمنوں اور جاپانیوں سے بھڑ جائیں۔ بلا جیت پورا ہونے کے کامیابی ممکن نہیں۔ ضرورت ہے کہ سب چھوٹے بڑے۔ امیر۔ غریب۔ زمیندار۔ کاشتکار مزدور۔ سرمایہ دار۔ بیوپاری۔ صناع اور شاگرد پیشہ ملکر دورہ مارا۔ ہٹلر اور توجو کے جیسے راکشسوں سے دنیا کو نجات دلائیں۔ آج وقت ہے کل نہ آئے گا۔ عمل شرط ہے۔

اے زندگی فتح ہے جنت بھی جہنم بھی۔
یہ خاکی اپنی فطرت سے نہ نوری ہے نہ ناری

بھائی کا یہ رنگ دیکھ کر غیرت بیگم سناٹے میں آ گئیں پہلے تمام شام اور کوسے کے ہٹلر اور مسولینی کو کوسنے لگیں اور جاوید بھائی سے حتمی وعدہ کیا کہ وہ اپنا خرچ گھٹائیں گی اور جنگ میں امداد دیں گی۔

دہلی میں گفت و شنید

نئی دہلی ۹ ستمبر۔ ایک غیر رسمی کانفرنس کا اجلاس جو ہندو اور سکھ زعماء اور صوبوں کے وزیر اعظم اور وزراء پر مشتمل تھا۔ سر جگندر سنگھ کی قیام گاہ پر منعقد ہوا جس میں نمائندگان ہندو مہاسبھا ڈاکٹر مکرجی، رمن کی چیٹرجی، مہاراج چند کھنہ، راجہ مہیشور دیال کے علاوہ سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب، سر چھوٹو رام، مسٹر منوہر لال، نواب صاحب ڈھاکہ، ماسٹر تارا سنگھ، گیانی کرتار سنگھ اور خان بہادر اللہ بخش سابق وزیر اعظم سندھ نے شرکت کی۔

گفتگو کے بعد مشورہ۔ ڈاکٹر مکرجی صدر کل ہند ہندو مہاسبھا کو بذریعہ ٹیلیفون بحث و تمحیص کے معرفت سے مطلع کیا گیا۔ بحث و تمحیص کسی نتیجہ پر نہیں پہنچی اور انفرادی و جماعتی مشورے آج سہ پہر کو ہوں گے سیاسی حلقوں نے متنبہ کیا ہے کہ اس گفتگو کے نتیجہ کے متعلق کوئی غیر واجبی خیال قائم نہ کیا جائے کیونکہ ڈاکٹر مکرجی کی رائے میں یہ گفتگو ابتدائی منزل پر پہنچ گئی ہے۔ اس تمام میں بعض مبصرین مسٹر چرچل کے اس بیان سے دلچسپی کا اظہار کر رہے جو توقع کی جاتی ہے کہ وہ عنقریب ہندوستان کی سیاسی صورت حال پر دینے والے ہیں۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

متحدہ تنظیمی انجمن طلبائے حیدرآباد اطلاع دیتے ہیں کہ انجمن کا صدر دفتر اونکار بھون سے پنڈت کاشی ناتھ راؤ صاحب ویدیہ کے مکان سے متصل سلطان بازار میں منتقل ہوا ہے۔ (ایسوسی ایٹڈ پریس)

ہمارا مشورہ یہ ہے کہ طلبا کو سیاسیات سے دور رہنا چاہیے۔

آندھرا کانفرنس کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ مسٹر رام کرشن راؤ کی صدارت میں بروز چہارشنبہ منعقد ہوا اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی قرارداد کی منظوری کے بعد ملک میں اس پر جو ردعمل ہوا اس پر غور کیا گیا اور ہندوستان کی سیاسی صورت حال پر مباحث ہوئے۔ مجلس عاملہ نے ریاست حیدرآباد کی صورت حال پر اور کانگریس کی قرارداد کے ردعمل پر احتیاط سے غور کرنے کے بعد ایک قرارداد مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دی جو مسٹر ایم ہنمنت راؤ، مسٹر نرسنگ راؤ، مسٹر ایل نرسمہا راؤ، مسٹر ایم راجندر راؤ اور مسٹر آر نارائن ریڈی پر مشتمل تھی۔

اس کمیٹی نے قرارداد کے مسودے میں موجودہ صورت حال پر بحث کرتے ہوئے حیدرآباد میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی پر زور دیا اور مسٹر نرسنگ راؤ کی اس اپیل کا اعادہ کیا جس میں انہوں نے دوسری جماعتوں سے خواہش کی ہے کہ وہ اختلافات کو ترک کرکے حیدرآباد کی آزادی کے مسئلہ پر متحد ہو جائیں۔ مسٹر نرسنگ راؤ نے کھلے الفاظ میں بتایا ہے کہ حیدرآباد کی آزادی کے مسئلہ پر ہندو اور دوسری جماعتیں اپنے مطالبات کو پس پشت ڈال دیں گی بشرطیکہ مسلمان ہندوؤں سے ہاتھ ملانے تیار ہو جائیں اور ہندو اس حد تک تیار ہیں کہ نواب بہادر یار جنگ بہادر کو اپنا قائد تسلیم کریں اور سارے ملک کی قیادت ان کے سپرد کردیں (دکن کرانیکل)

ہم اس پیش کش کے مضمرات پر کئی روز تک غور کرتے رہے لیکن جب ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا تو ہم نے اس معاملہ کو اپنے ایک دوست سے رجوع کیا جو ماہر نفسیات بھی ہیں۔ ہمارے دوست نے ہمارے سوالات کا جواب دینے کے بجائے یہ شعر گنگنانا شروع کردیا۔

ہم سمجھے تھے تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

کل ہند ریاستی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے ہندوستان کی سیاسی صورت حال کی نسبت ایک قرارداد منظور کی ہے اور یونائیٹڈ پریس کا بیان ہے کہ۔۔

"اس قرارداد میں ہندوستانی والیان ریاست کو مخاطب کیا گیا ہے کہ وہ موجودہ سیاسی تعطل کو حل کرنے میں دخل دیں۔ اس لئے کہ ان کی حیثیت موجودہ ہندی سیاسیات میں غیر جانبداری اور غیر متعلق عنصر کی ہے۔"

اب تک یہ سنا جا رہا تھا کہ ہندوستانی سیاسیات کے اہم عناصر تین ہیں ——— کانگریس، مسلم لیگ اور ریاستیں۔ ریاستیں ابھی تک کانگریس کی نگرانی میں لگی ہوئی ہیں۔ انہیں ابھی تک ترجیح حاصل ہی نہیں ہے۔ یہی حیثیت ہے کہ وہ کانگریس کے چنگل سے بچ جائیں۔ البتہ ریاستی مسلم لیگ کی "حیثیت موجودہ ہندی سیاسیات میں غیر متعلق عنصر کی ہے۔" اگر وہ ریاستوں کی طرح برطانوی ہند کے معاملات میں بھی دخل دے تو سیاسی تعطل آن واحد میں دور ہو جائے گا۔ ریاستی مسلم لیگ کے صدر کو خود وائسرائے بہادر سے ملنا چاہیے۔

آج کل جوبلی ہل، نواب صاحب کا تالاب، آصف نگر سے ملے ہوئے اور لال ٹیکری کے قرب وجوار میں سرقے کے وارادات ہو رہے ہیں۔ چوریوں کا سلسلہ ایک عرصہ سے چلا آرہا ہے۔ کیا انسدادی تدابیر اختیار کی گئیں کوئی علم نہیں (ایک اطلاع)

جہاں تک ہمیں علم ہے یہ علاقہ کسی زمانہ میں امیر علی ٹھگ کی جولانگاہ تھا۔ ممکن ہے اب بھی ان بزرگ کی نسل یہاں موجود ہو۔ کیا ارباب کوتوالی ہمارے علم میں کوئی اضافہ کر سکتے ہیں؟

نئی دہلی کی ایک درجن طالبات نے مسٹر ایم ایس اینے اور مسٹر این آر سرکار اراکین وائسرائے اکزیکیٹیو کونسل کے مکانوں کی چوکسی کرنا شروع کیا۔ یہ طالبات بارش میں بھیگتے ہوئے مکانوں کے دروازہ پر کھڑی ہو گئیں اور مہمانوں کو اندر جانے سے اور گھر والوں کو باہر جانے سے روکتی رہیں۔ ان چوکسی کرنے والی طالبات نے ایک موٹر لاری کو مسٹر اینے کے مکان پر روک دیا۔ یہ لاری مسٹر اینے کے ہاں کسی ضیافت کے سلسلہ میں برتن وغیرہ لے جا رہی تھی (ایک خبر)

گرانی کے زمانہ میں ضیافت اور تقاریب کے خلاف احتجاج کرنا ہر حساس شہری کا فرض ہے۔ نئی دہلی کی طالبات کا یہ احساس فرض ضرور قابل تحسین ہے۔ اور چوکسی اس لئے بھی حق بجانب ہے کہ سیاسی جنگ کو تیز کرنے کی جو تحریک کانگریس نے شروع کی ہے اس کے مطابق موٹر لاریوں کو ضیافت کے برتن لانے کے بجائے سامان جنگ بہم پہنچانے کے لئے وقف کر دینا چاہئے تھا۔ سیاسی جنگ کو تیز کرنے کی تحریک سے حیدرآباد بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ معاصر "رعیت" کے ایڈیٹر کا خیال ہے کہ آئینی سٹاریٹی کمیٹیوں کا قیام کامیاب انصرام جنگ اور جنگ جیتنے "میں مدد نہیں دیتا"۔

کانگریس زندہ باد۔

نشرگاہ حیدرآباد نے اپنا نام بدل کر "دکن ریڈیو حیدرآباد دکن" رکھا ہے۔ اس تحریر سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک سرکاری محکمہ کو تجارتی کمپنی میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ تجارتی کمپنیوں کے نام عام طور پر حسب ذیل ہوتے ہیں۔ "دی دکن واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی حیدرآباد"، "دی دکن ٹریڈنگ ہاؤس حیدرآباد"، "دی پاپولر دکن ریڈیو حیدرآباد" وغیرہ

دفاتر میں اردو کے استعمال سے متعلق جو گشتی نافذ ہوئی ہے اگر اس کی تعمیل میں یہ نام بدلا گیا ہے تو پھر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔

ایک نامہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ شہر ۔۔۔ میں ہر طرف "زیادہ اناج اگاؤ" کے خوشنما پوسٹر چسپاں تھے۔ ہم گھومتے گھومتے اسٹیشن پہونچے۔ پلیٹ فارم پر ایک ٹرین کھڑی تھی۔ خیال ہوا کہ شہر کے باہر کی بھی رونق دیکھ آئیں۔ ٹرین کی آخری منزل کا ٹکٹ خریدا۔ ٹرین شہر کے باہر کوئی ایک سو پچاس میل تک سبزہ زاروں میں سے گزرتی ہوئی چھوٹی چھوٹی ندیوں کو عبور کرکے ایک بڑے سمندر نما تالاب کے کنارے تک پہونچی۔ گاؤں کے چھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں پر بھی ہم کو "زیادہ اناج اگاؤ" کے خوشنما پوسٹر نظر آئے۔ بات یہ ہے ہم کو ایک ریلوے جنکشن پر ٹھہرنا پڑا۔ جوں ہی ہماری گاڑی وہاں پہونچی ہماری نظر ایک مال گاڑی پر پڑی جو درجنوں اور تقریباً سو ڈبوں پر مشتمل تھی۔ سارے ڈبے مقفل تھے اور سربمہر تھے۔ دور سے ہم کو ڈبوں میں سبزہ نظر آرہا تھا۔ کھڑکیاں بند پڑی تھیں اور وہ سبزے کی قطار ایک عجیب دلکش منظر پیش کر رہی تھی۔ ہم نے خیال کیا شاید یہ کوئی تماشے کی ٹرین ہے۔ چلو اسٹیشن ماسٹر سے اس معمہ کو حل کریں۔ ہم نے پوچھا یہ سامنے والی مال گاڑی جو ایک متحرک سبزہ زار سی ہے کہاں سے آرہی ہے اور کہاں جا رہی ہے اور ڈبوں میں یہ ہرا ہرا کیا ہے۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا حکومت نے "زیادہ اناج اگاؤ" کی جو مہم شروع کی ہے اسی سلسلہ کی یہ پہلی گاڑی ہے۔ یہ ٹرین قریب کے شہر سے آرہی ہے اور اس میں بیرون ریاست کے چاول کے تخم ہیں جو رعایا کو مفت تقسیم کئے جانے والے تھے۔ جو تخم خریدا گیا ہے اس میں نمی اس قدر تھی کہ زمین میں پہنچنے سے پہلے تخم سے پودے پھوٹ نکلے ہیں۔ حکومت کی اس کارگزاری اور تخم شناسی کو دیکھ کر ایک بڑی مسرت ہوئی اور جی چاہا کہ اس مسرت میں اہل ملک کو بھی شریک کریں اور جلد سے جلد یہ خوشخبری سنائیں تاکہ اہل ملک بھی اس مسرت میں شریک ہو جائیں۔

ممالک محروسہ میں زرعی پیداوار کی فروخت

حکومت سرکار عالی کے محکمہ مالگذاری نے ممالک محروسہ کے تمام مارکٹوں میں غلہ فروخت کرنے کے لئے پیمانہ جات کا استعمال مسدود کرکے اس کے بجائے اوزان استعمال کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ زرعی پیداوار کی فروخت میں ایک بیسا دور رس اصلاحی قدم ہے جس سے اہم نتائج مرتب ہوں گے۔ یہ حکم یکم شہریور ۱۳۵۲ف سے نافذ ہوگا اور اس میں یہ بھی صراحت کردی گئی ہے کہ غلہ کی خرید و فروخت کے لئے ایک من یا ایک سو سیر ہی کا معیار ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اضلاع کے تمام عہدہ داران مالگذاری کے نام ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ وہ زرعی مارکٹوں اور قصبات اور بالخصوص تاجروں اور عام باشندوں میں اس فیصلہ کی وسیع ترین اشاعت کریں تاکہ یہ اصلاح پوری طرح کامیاب رہے۔

عدم یکسانی

حکومت سرکار عالی کے اس تصفیہ کا خاص سبب یہ ہے کہ ممالک محروسہ کے مختلف حصوں میں جو پیمانہ جات استعمال کئے جاتے ہیں ان میں قطعی یکسانی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے کاشتکاروں کو زحمت ملتی ہے اور کثیر نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پیمانہ جات میں یکسانی پیدا کرنے کے لئے جو کوششیں کی گئی ان میں بڑی مشکلات حائل ہیں۔ چنانچہ ممالک محروسہ میں پیمانہ جات کو معیاری بنانے کے ضمن میں جو کوششیں ہوئیں ان سے یہ پتہ چلا کہ چونکہ بانٹے اور تاجر بکثرت ایسے پیمانہ جات استعمال کرتے ہیں جو جسامت وضع اور گنجائش کے اعتبار سے ہر جگہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

خشک اشیاء کے پیمانے

خشک اشیاء کے پیمانوں سے دھاتوں اور لکڑی کے تمام ایسے ظروف مراد ہیں جو زرعی پیداوار کی فروخت کے لئے ہندوستان کے متعدد حصوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور کسی مقررہ رقم کے عوض جو چیز خریدی جاتی ہے اس کے وزن کے بجائے ان پیمانوں کے ذریعہ اس کی مقدار کا تعین ہوتا ہے۔

تاریخی پس منظر

ممالک محروسہ میں اوزان اور پیمانوں کے استعمال کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ گھڑی اور ایکڑ اور دو دو وقتوں پہلا میں رائج کیا گیا۔ پیداوار کی فروخت میں پیمانہ جات کے استعمال کو مسدود قرار دینے کے احکام شائع ہونے کے بعد ڈاکٹر امیر علی خان صاحب مارکٹنگ آفیسر نے [illegible] کی تحقیقات کے مطابق ممالک محروسہ میں استعمال کئے جانے والے پیمانہ جات میں یکسانیت پیدا کرنے کی پہلی کوشش گذشتہ صدی میں سرسالار جنگ اول نے کی تھی۔ [illegible] کے زمانہ میں کی گئی۔ اس کوشش نے ایک دستور العمل کی شکل اختیار کی اور اس دستور العمل کے ساتھ [illegible] بیان [illegible] ہوتا ہے کہ حکومت سرکار عالی

کے علم میں یہ چیز لائی گئی تھی کہ ہر ایک ضلع میں نہ صرف پیمانے اور اوزان ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ ان میں خامیاں بھی ہیں اور اس کی وجہ سے بقال اور بنئے غریبوں کو فریب دیتے ہیں۔ چنانچہ اس دستور العمل اور اس کو نافذ کرنے کے انتظامات ہی کا نتیجہ ہے کہ اوزان کی حد تک ممالک محروسہ سرکار عالی میں جس قدر یکسانیت موجود ہے اس قدر ہندوستان کے شاید ہی کسی صوبہ یا ریاست میں ہو۔

پیمانہ جات کا استعمال

قطعی طور سے یہ تو کہنا مشکل ہے کہ سرسالار جنگ کے زمانہ میں ممالک محروسہ میں پیمانہ جات کا استعمال مروج ہی نہیں تھا۔ لیکن یہ امر خالی از دلچسپی نہیں ہے کہ اس زمانہ کے بڑے شہروں مثلاً حیدرآباد، اورنگ آباد، بیدر اور نظام آباد میں خشک اجناس کی خرید و فروخت میں پیمانہ جات کے مروج ہونے کا پتہ نہیں چلتا۔ بہرحال سرسالار جنگ کا نافذ کردہ دستور العمل صرف اوزان سے متعلق تھا اور پیمانہ جات کا اس میں ذکر ہی نہیں۔ گذشتہ صدی کے اواخر میں ممالک محروسہ میں ریل جاری ہوجانے سے زرعی پیداوار کی برآمد بہت زیادہ ہوگئی اور تجارت کے سلسلہ میں متعدد مراکز قائم ہوگئے۔ چونکہ اوزان کی تنظیم کی وجہ سے تاجرین اور بنئے بقالوں کے لئے خرید و فروخت میں فریب دینے کا موقع کم تھا اس لئے انھوں نے ہر جگہ پیمانوں کے رواج کو عام کرنا شروع کردیا اور بہت جلد پیمانوں میں عدم یکسانیت کی خرابی پیدا ہوگئی۔ دس سال قبل جب قانون زراعتی مارکٹ نافذ ہوا تو پیمانہ جات کے اس اختلاف کی وجہ سے رعایا کو جو کثیر نقصان ہو رہا تھا وہ اظہر من الشمس ہوگیا۔ لیکن یہ مرض اتنا عام تھا کہ پیمانہ جات میں یکسانیت پیدا کرنے کی متواتر کوششیں ناکام رہیں۔

واحد حل

ان حالات میں ارباب اقتدار نے یہ محسوس کیا کہ پیمانہ جات کا استعمال قطعی طور سے مسدود کردینا ہی بہتر ہوگا۔ چنانچہ مارکٹنگ ڈپارٹمنٹ کی تحریک پر مقامی عہدہ داران مالگذاری اور چند مارکٹ کمیٹیوں نے اس پر اتفاق کرلیا کہ اپنے اپنے مارکٹوں میں پیمانہ جات کا استعمال مسدود کردیں۔ گذشتہ بارہ ماہ کے دوران میں سیلو، عادل آباد، بالی، جگتیال، ہنگولی اور سرپور [illegible] کی مارکٹ کمیٹیوں نے اس عمل کو رائج کردیا اور باقی مارکٹ کمیٹیوں نے یہ خواہش کی کہ اگر بیک وقت ممالک محروسہ میں ہر جگہ یہ عمل رائج ہو تو نتائج بہت بہتر مرتب ہوں گے۔

حکومت کی منظوری

حکومت نے بھی یہ تجویز منظور کرلی اور اس سال اردیبہشت میں صدر المہام صاحب مال نے سررشتہ مارکٹنگ کی یہ تحریک منظور فرمائی کہ ممالک محروسہ کے تمام مارکٹوں کے لئے یکم شہریور ۱۳۵۲ف کی تاریخ متعین کی جائے۔ عہدہ داران مالگذاری کو ہدایت [illegible] اس سے پہلے دی گئی کہ وہ باشندوں

کو ہونے والی بدعنوانیوں سے آگاہ کریں۔ چنانچہ ذمہ دار تجارت پیشہ افراد نے اس کو کاروبار کی خامیاں دور کرنے والا ایک اقدام قرار دے کر ہر جگہ اس کا خیر مقدم کیا اور موجودہ حالات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایسی صورتیں بہت کم ہوں گی جنہیں نئے انتظام سے سختی قرار دینا ضروری ہو۔

احتیاط برتنے کی ضرورت

ڈاکٹر امیر علی خان نے آخر میں اس پہلو کو بھی واضح کیا کہ کتنی ہی اہم اصلاح کیوں نہ نافذ ہو تاہم دشوار ہے کیونکہ کسی عمل میں فوری تبدیلی کرنا اس عمل کے نقائص سے واقف ہونے کے باوجود اکثر افراد پر بار گذرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بعض مقامات پر اس تبدیلی کو روبہ عمل لانے میں عملی دشواریاں بھی ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان امور کے مدنظر انھوں نے یہ مشورہ دیا کہ حکام و افسران متعلقہ کے لئے یہ ناگزیر ہوگا کہ رعایا کی دشواریوں کو مدنظر رکھ کر بجائے جبر کے ترغیب و تحریص سے کام لیں اور قانونی چارہ کار اختیار کرنے کے بجائے حکمت عملی کو کام میں لائیں۔ اور تاجر اور خصوصاً چلر فروشی کے لئے اوزان استعمال کرنے کے لئے مستعد تھوڑی بہت مہلت بھی فراہم کریں۔

حاضری مدعی علیہم مرتبہ عدالت منصفی تعلقہ سلطان آباد ضلع کریم نگر واقع ۳۰ مہر ۱۳۵۱ف

اشتہار

نمبر مقدمہ ۴۴ ۱۳۵۱ف

اجلاس مولوی محمد جمال الدین
بی اے ایل ایل بی منصف و ناظم
حصہ ضلع

کنکو رو حیث ریڈی بنام دیوار یتیرو وغیرہ

دعوے

استقرار حق و خلیانی اراضیات

بنام۔ دیوار یتیرو ولد بالا موقوم ہیوبی عمر دوم سال پیشہ زراعت ساکن کونارم تعلقہ سلطان آباد
دیوار مارنگا ولد بالا موقوم ہیوبی عمر ۳۰ سال پیشہ زراعت ساکن کونارم تعلقہ سلطان آباد

ہرگاہ :- مقدمہ مندرجہ میں تمہارے نام سمن جاری کئے گئے لیکن تم پر سمن کی تعمیل نہیں ہوا بلکہ بیان حلفی تعمیل کنندہ سے واضح ہوا کہ تم موضع میں حاضر نہیں ہیں گذر بسر کے لئے دیگر مقامات پر چلے گئے ہیں۔ اس لئے صحیح پتہ نہ معلوم ہونے سے اشتہار ہذا جاری کیا جاکر حکم دیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ آبان ۱۳۵۱ف روز یکشنبہ بوقت (۹) بجے دن اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہوکر مقدمہ ہذا کی پیروی و جوابدہی کرو بصورت غیر حاضری تمہارے خلاف کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی پھر کوئی عذر تمہارا لائق سماعت نہ ہوگا۔ اشتہار ہذا بثبت مہری و دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا فقط

مہر و دستخط
منصف [illegible]

جنگ کی موجودہ صورت حال

دارالعوام میں مسٹر چرچل کا تبصرہ

لندن ۸ ستمبر۔ مسٹر چرچل نے دارالعوام میں جس کا اجلاس آج دوبارہ منعقد ہوا وہ تقریر کی جس کا تشویش کے ساتھ انتظار کیا جا رہا تھا۔

ماسکو کے سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ اور مسٹر ہیری مین نے اسٹالن اور مولوٹوف کیساتھ طویل گفتگو کی تھیں اور انتہائی صاف دلی کے ساتھ برابر پر غور کیا تھا روسیوں کا یہ خیال نہیں ہے کہ ہم یا امریکہ نے اب تک اس قدر خدمت انجام دی ہے کہ ان پر سے بوجھ اتر جائے جس عظیم استقلال کے ساتھ وہ ان مہیب حملوں کو برداشت کر رہے ہیں اس کے پیش نظر یہ امر تعجب خیز نہیں ہے۔ ہم نے ان کے لیڈر کو یہ یقین دلایا کہ جہاں تک ہم فتح کے لئے قربانیاں کر سکتے ہیں۔ ان کا لحاظ کئے بغیر ہی وہ ممکنہ حد تک جلد از جلد ان کی امداد کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔

سفر ماسکو سے ان کے دل میں ایک چیز کے نقوش نہایت گہرے بیٹھے اور یہ چیز "سوویٹ باشندوں کا یہ غیر متزلزل عزم ہے کہ ہٹلریت کا آخری دم تک مقابلہ کیا جائے۔" جب نجات کی ساعت آپہنچے گی تو ساتھ ہی ساتھ انتقام کی گھڑی بھی آجائے گی بالخصوص انہوں نے برطانوی حکومت اور دارالعوام کو مسٹر روزولٹ کے ان الفاظ کے عین مطابق بنانے کا خیال ظاہر کیا کہ ان اشخاص کو جو نازی جرائم کے مرتکب ہیں اس ملک میں عدالتی تحقیقات کے لئے آمادہ رہنا چاہئے جہاں کے یہ مظالم ڈھائے گئے ہوں۔

جنگ کی پالیسی کے متعلق امریکہ اور برطانیہ میں سمجھوتہ

ازاں بعد مسٹر چرچل نے جنگی تدبیر کا تذکرہ کیا انہوں نے انکشاف کیا کہ ماہ جولائی میں مسٹر روزولٹ نے اس ملک میں ایک نہایت اہم مشن روانہ کیا تھا جو جنرل مارشل امیر البحر کنگ اور میری ہاپکنس پر مشتمل تھا ہم نے جن جو آئندہ نہ صرف یورپ بلکہ تمام دنیا میں جنگ کو چلانے کے عام طریقوں کو متاثر کرتے ہیں جولائی کے اختتام تک برطانیہ اور ممالک متحدہ امریکہ کے درمیان جنگی پالیسی اور تدابیر کے سلسلہ میں کامل سمجھوتہ ہو گیا تھا یہ سمجھوتہ دنیا کے ہر حصہ میں جو جنگ اور پیداوار پر حاوی ہے اس سمجھوتے کے ساتھ ہی وہ ماسکو روانہ ہوئے تھے۔

مشرق وسطی

مشرق وسطی کا تذکرہ کرتے ہوئے مسٹر چرچل نے کہا کہ انگلستان سے روانہ ہونے سے قبل انہیں باور کرنے کی ہر وجہ تھی کہ مصر کی فوج اور مصر کی افواج کی حالت بالکلیہ اطمینان بخش تھی کہ انہوں نے کہا افواج کا جذبہ قابل تعریف تھا لیکن مجھے یہ صاف صریح طور پر معلوم ہوا کہ اعلی کمان میں اہم تبدیلیوں کی ضرورت ہے اور مزید یہ کہ فوج کی از سر نو ترتیب کی جائے اور نیا لیڈر مقرر کیا جائے جنگی کابینہ اس امر کی توثیق کر دی کہ جنرل گرنٹ آخر کیا ان فوج کے کماندار مقرر ہوں جبکہ وہ ایک کارروائی کے دوران میں ہلاک ہو گئے جنرل الگزینڈر جنرل منٹگمری اور جنرل میک ایلی کے موجودہ انتخاب سے ہمیں ایک ایسی جماعت حاصل ہوئی ہے جو ہماری ضروریات کے بالکل موافق ہے یہی ہمارا بہترین انتظام ہے جنرل آچنلک نے بنات خود جس طرح سے لی ہے لیکن مجھے توقع ہے کہ بعد میں جنگ کے لئے ان کی خدمات حاصل ہو سکیں گی۔

آٹھویں فوج ہمیشہ کے مقابل اب زیادہ قوی ہے اس کی کمک اس قدر عظیم رہی کہ وہ بہت بڑی حد تک ایک نئی مرتب شدہ فوج معلوم ہوتی ہے جبکہ دراصل در حقیقت ترقی پذیر ہو رہا ان کو ہماری ہر اس قابلیت کا یقین دلایا جا سکتا ہے کہ مصر کی مدافعت دنوں یا ہفتوں کے لئے نہیں بلکہ آئندہ کئی مہینوں کے لئے ہم کامیاب طور پر کر سکتے ہیں ہم گزشتہ ہفتہ کی لڑائی کو یقینا اطمینان بخش تصور کرنے کے مجاز ہیں آخری تغیرات کا ہمیں استقلال کے ساتھ انتظار کرنا ہوگا۔

جہازوں کے نقصانات ابھی زیادہ ہیں

جہازوں کے نقصانات کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نقصانات ابھی بہت زیادہ ہیں لیکن جولائی اگست اور ستمبر کے پہلے ہفتہ میں گزشتہ مہینوں کے مقابل قطعی ترقی نظر آئی متحدہ اقوام کے لئے جو نئے تجارتی جہاز تعمیر کئے جا رہے ہیں ان اوسط تعداد غرق ہونے والے جہازوں کی تعداد سے یقینا زیادہ ہے یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ حصول فتح کے ذرائع ہمارے ہاتھوں میں نہیں جائیں بشرطیکہ یہاں اور ممالک متحدہ امریکہ میں انتہائی کوشش کی جائے انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ آسٹریلیا کی گراں کثیر کے نقصانات کے مد نظر برطانوی حکومت نے ایک برطانوی کروزر مفت دینے کی پیشکش کی ہے اور یہ پیشکش کو گرمجوشی کے ساتھ قبول کر لیا گیا ہے۔

مالٹا کی دلیرانہ مقاومت

اس کے بعد مسٹر چرچل نے مالٹا کا تذکرہ کیا انہوں نے کہا کہ ہم نے مالٹا کو حال حال میں جو مدد روانہ کیا ہے اس سے اس امر کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس جزیرہ کی دلیرانہ مقاومت اور زندگی آئندہ کئی ماہ تک محفوظ ہے بیڑہ کو جو نقصانات پہنچے وہ نتائج کا لحاظ کرتے ہوئے زیادہ نہیں ہیں ہمیں اس تمام حادثہ کو اس امر کا ایک مزید ثبوت تصور کرنا چاہئے کہ سمندروں پر طیارہ بردار جہازوں کے فضائی حملہ بیڑہ اور تجارتی جہازوں کے تحفظ کے لئے بڑھتی ہوئی قوت کی کس قدر اہمیت ہے مدد اور اس کے محافظ جہازوں کو جو نقصانات پہنچے اس کے بعد وزیراعظم نے دشمن کے حملہ کا تذکرہ کیا انہوں نے بیان کیا کہ یہ حملہ ایک سخت اور دشمنانہ تصادم تھا جو کسب ہے کہ جوں جوں جنگ تیز تر ہوتی جائے گی زیادہ ہوتے جائیں کارروائیوں کے آغاز سے قبل نہیں ایک بڑے پیمانے پر ضروری معلومات فراہم کرنا تھا انہوں نے آگے چل کر بیان کیا کہ ڈیپے پر حملہ کو ایک مکمل پیمانہ پر کارروائی کا ایک ناگزیر ابتدائی عنصر تصور کرتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ کس قوت اور کس طریقے سے بنایا جائے گا

ڈیپے پر شاہی ہوائیہ کا حملہ

شاہی ہوائیہ کے حملوں کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے انکشاف کیا کہ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں ہم نے جرمنی پر گزشتہ سال کے انہی ایام کے مقابل تقریبا دوگنی مقدار اور زیادہ صحیح طور پر بم گرائے ڈن دھانے امریکی طیاروں کی بمباری ایک نیا امر ہے ہمارے امریکی رفقاء اور ان کے قلعہ نما فورٹرس طیارے ہوائی جنگ کے جدید امکانات کو آشکارا کر رہے ہیں

وزیراعظم نے یہ بھی اعلان کیا کہ کسی اور وقت کے مقابل اب یو کشتیوں کے نقصانات زیادہ ہیں بہت ہی ایسے چند دن گزرے ہیں کہ جبکہ ہم نے یا ہمارے حلیفوں نے ایک یا ایک سے زائد یو کشتیوں کو ڈبو یا ہو۔

اس سے پیشتر مسٹر چرچل نے انکشاف کیا کہ ان کے اس خیال کی کہ مصر کے اعلی کمان میں تبدیلی ہونی چاہئے چیف آف جنرل اسٹاف اور جنرل اسمٹس نے تائید کی ہے۔

گزشتہ ماہ مارچ تک مسٹر چرچل نے روزولٹ سے مطالبہ کیا کہ ہمیں مزید بار بردار جہاز دیں تاکہ چالیس یا پچاس ہزار زائد سپاہی مشرق وسطی روانہ کئے جائیں پریسیڈنٹ نے اس کو منظور کر لیا اور مصر کے نازک لمحہ میں ہماری ایک بھاری اور معقول طور پر ساز و سامان سے آراستہ ایک فوج اس کے اطراف روانہ ہوئی تھی ہماری افواج کی ترقی اور سود میں زیادہ تر اسی کے طفیل ہیں۔

برطانوی زرہ پوش افواج اور توپخانے نے حالیہ جرمن حملہ کا ایک ایسے پیمانہ پر مقابلہ کیا جس کی نظیر اب تک نہیں ملتی ہمیں ہوائی برتری حاصل تھی ہماری ہوائی افواج کا بڑا حصہ برطانیہ کا ہے۔

احوال و اخبار

مجلس مدافعت

گزشتہ ماہ جنوری میں سنگاپور کے سقوط کی وجہ سے موجودہ جنگ کے خطرات کو عوام زیادہ شدت سے محسوس کرنے لگے اور اسی احساس کی بناء پر یہ خیال پیدا ہوا کہ مشترکہ خطرات کے مدنظر سیاسی اختلافات کو ملتوی کر دیا جائے۔ چنانچہ ہندوؤں اور مسلمانوں نے جو ایک دوسرے کے سیاسی مخالف ہے اپنے اس خیال کو مشترکہ بیان کی صورت میں ظاہر کیا اور بہت وسیع دائرے میں اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ جنوبی اور چیدوں کے قائدین نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ سرکاری اور غیر سرکاری اشخاص پر مشتمل ایک شہری دفاعی مجلس قائم کی جائے اور اس کے لئے اپنی خدمات پیش کرنے پر بھی رضامندی ظاہر کی۔ حکومت سرکار عالی نے اس تحریک کا مخلصانہ خیر مقدم کرتے ہوئے فضائی حملوں سے حفاظت اور شہری دفاع کی تدابیر سے دلچسپی رکھنے والوں اور دوسرے قومی کارکنوں کا زیادہ سے زیادہ قریبی تعلق قائم کرنے کی درخواست سے فائدہ اٹھانے پر آمادگی ظاہر کی اور اس جذبۂ ہمکاری کو زیادہ منظم صورت میں روبہ عمل لانے کا فیصلہ کیا چنانچہ مجلس مدافعت حیدرآباد کی تشکیل اور اس میں (۲۵) سرکاری و غیر سرکاری ارکان کا تقرر کرکے یہ فیصلہ روبہ عمل لایا گیا ہے یہ ارکان ممالک محروسہ کی تمام اقوام اور جماعتوں سے منتخب کئے گئے ہیں اور مختلف مکاتیب خیال کے نمائندے ہیں۔

اس جدید مجلس کا پہلا جلسہ گزشتہ ماہ منعقد ہوا تھا اور اس میں شرکت کرنے والوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ممالک محروسہ میں شہری دفاع اور فضائی حملوں سے تحفظ کے جو متعدد مسائل درپیش ہیں ان کے متعلق یک جا غور و فکر اور تبادلۂ خیال کے لئے یہ مجلس حکومت اور نمائندگان عوام دونوں کے واسطے کس قدر مفید ہے۔

ہمیں اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب تک جنگ جاری ہے یہ مجلس ممالک محروسہ کے داخلی دفاع کو ترقی دینے اور منظم کرنے اور سیاسی اور دوسری نوعیت کی رکاوٹوں کو دور کرنے میں نمایاں حصہ لے سکے گی اس کے علاوہ اس طرح حکومت اور عوام کے نمائندوں کے درمیان اور خود نمائندوں کے مابین جو قریب تر روابط ہوں گے۔ اور مجلس کے امور اور مسائل علم و نسق کا جو تجربہ حاصل ہوگا اس کی وجہ سے آئندہ نہ صرف دستوری اصلاحات کی اسکیم کے تحت قائم ہونے والی مشورتی مجالس کا کاروبار انجام دینے کے لئے غیر سرکاری اشخاص اور سرکاری ارکان دونوں کی مفید تربیت ہو جائے گی بلکہ مباحثہ اور مذاکرہ کے بعد مختلف نقطہ ہائے نظر میں اتفاق پیدا کرنے میں بھی سہولت ہوگی۔ توقع ہے کہ اس مجلس کے ذریعہ ایک زیادہ دیرپا کام انجام پائے گا اور یہ کام جذبہ مفاہمت کے تحت مشترکہ مشورے کے طریقہ کی ترویج ہے۔

عدم یکسانی

غالباً عام طور سے اس کا علم نہیں ہے کہ کل ہند مجلس طبی نے جامعہ عثمانیہ کی طبی اسناد کو اب تک تسلیم نہیں کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان اسناد کو حاصل کرنے والے ایسے طیلسانیین کو جو برطانوی ہند میں کاروبار کرنا یا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہیں غیر معمولی مشکلات اور غیر ضروری اخراجات کا سامنا ہوتا ہے۔ حیدرآباد کے بارے میں یہ فرق روا رکھنے کے کیا اسباب ہیں ان کا ہمیں علم نہیں لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ برطانوی جامعات جو کہ اس خصوص میں معیار قائم کرتی ہیں۔ مدت ہوئی ان اسناد کو تسلیم کر چکی ہیں۔ غالباً ان اسناد کو تسلیم نہ کرنے کی واحد وجہ یہ ہو کہ طبی تعلیم کے معیار کا تعین کرنے اور مقامی کلیہ طبیہ میں دی جانے والی تربیت کی نوعیت کا اندازہ لگانے کے لئے کل ہند مجلس طبی کی جانب سے ایک رسمی معائنہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن گزشتہ ماہ انڈین میڈیکل سروس کے ڈائرکٹر جنرل سرگورڈن جولی، ڈاکٹر بی۔ سی۔ رائے کل ہند مجلس طبی کے صدر، اور اراکین کے ساتھ جب حیدرآباد آئے تو یہ رسم بھی انجام پاگئی۔ چنانچہ اب ہمیں یقین ہے کہ عدم یکسانی کی موجودہ صورت بہت جلد رفع ہو جائے گی اور جامعہ عثمانیہ کی طبی اسناد کو دوسری ہندوستانی جامعات کی مماثل اسناد کے مساوی قرار دیا جائے گا۔

(معلومات حیدرآباد)

ادارۂ ادبیات اردو اورنگ آباد

ادارہ ادبیات اردو اورنگ آباد کا قیام و مرکز امتحان ۱۳۵۱ف میں مولوی غازی معین الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل کی کوشش سے ہوا۔ جس کے معتمد بھی صاحب موصوف ہی ہیں۔ یہ ادارہ حیدرآباد کے مشہور ادارہ ادبیات اردو کی شاخ ہے۔ جس کے صدر عالیجناب ڈاکٹر نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام تعلیمات اور معتمد ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زور صدر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ ہیں۔ شاخ اورنگ آباد کے سرپرستان عالیجناب سید علی اصغر صاحب بلگرامی صوبہ دار صوبہ اورنگ آباد و نواب سید شہاب الدین خان صاحب اول تعلقدار ضلع اورنگ آباد و جناب مولوی غلام ربانی صاحب پرنسپل کالج اورنگ آباد اور صدر جناب مولوی محمد عثمان صاحب صدر مہتمم تعلیمات صوبہ اورنگ آباد و نائب صدر رائے چھوٹے لال صاحب اور اراکین مولوی محمد صدیق صاحب کنٹرولر اسکی و پروفیسر صاحبان کالج وغیرہ ہیں۔

اردو زبان کی حفاظت و ترقی کے لئے اور بڑی عمر کے جو لوگ کسی مجبوری سے مدرسوں میں تعلیم نہیں پا سکتے ان کے واسطے مفید نصاب کے امتحانات اردو دانی، اردو زبان دانی، اردو عالم، اردو فاضل، خوش نویسی، ادارہ ہر سال لیا کرتا ہے۔ ان امتحانوں میں ہر شخص شریک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ۱۳۵۰ف میں (۷۰۰) امیدوار شریک تھے جن میں (۲۸) عورتیں اور (۷۵) غیر مسلم تھے۔ کامیاب امیدواروں کو اسناد عالیجناب نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام تعلیمات اور عالیجناب سید علی اکبر صاحب ناظم تعلیمات کی دستخط سے عطا کی جاتی ہیں۔ گذشتہ سال انعام اور اسناد لینے والوں میں ایک صاحب ۷۰ سالہ اور ایک لڑکا ۹ سال کا شریک تھا۔ مہر ۱۳۵۱ف میں اس ادارہ کے جو امتحانات (۲۴) مرکزوں میں ہوئے ہیں ان میں ساڑھے چودہ سو امیدوار شریک تھے۔

ادارہ کے مفید اغراض و مقاصد اور اہمیت کے لحاظ سے میں اپنے ملک کے ہر علم دوست بھائی اور بہن سے خواہش کرتی ہوں کہ براہ مہربانی ممالک محروسہ کے ہر شہر و تعلقہ و قصبہ میں اس کی شاخ زنانہ و مردانہ اور مرکز امتحانات قائم کرالیں اور ہر گاؤں و شہر میں زیادہ سے زیادہ مردوں عورتوں بچوں جوانوں بوڑھوں کی تعلیم کا انتظام کریں اور انہیں ان مفید امتحانات میں شریک کروا کے زبان اردو اور ملک کی خدمت اور یوں براہ ہمدردی ملک میں تعلیم عام کریں۔

ادارہ کے قواعد ایک آنے کا ٹکٹ جناب معتمد صاحب ادارہ ادبیات اردو خیریت آباد حیدرآباد کو روانہ کرکے طلب فرما سکتے ہیں۔

ہمدرد ادارہ ادبیات اردو
زہرہ بنت برہان خان صاحب زمیندار دواری
تعلقہ پیٹھن ضلع اورنگ آباد

انجمن طیلسانین عثمانیہ کی قرارداد

حیدرآباد ۵۔ آبان۔ کابینہ انجمن طیلسانین جامعہ عثمانیہ نے اپنے ایک اجلاس میں جو ۲۸ مہر ۱۳۵۱ف کو منعقد ہوا تھا حسب ذیل قرارداد منظور کی۔ "یہ امر باعث طمانیت ہے کہ جو توقعات جامعہ عثمانیہ سے بہی خواہان ملک و مالک نے وابستہ کی تھیں وہ باحسن الوجوہ پورے ہو رہے ہیں چنانچہ کاروبار اور ملازمت کے نیز طبقہ وکلاء اور سررشتہ عدالت میں بھی جامعہ عثمانیہ کے طیلسانین اپنی قابلیت و نیک نامی کے باعث شہرت حاصل کر رہے ہیں۔ کابینہ کی یہ غور کردہ رائے ہے کہ ملک کے ذمہ دارانہ خدمات اور تقرر کے وقت جامعہ عثمانیہ کے فرزندان کا لحاظ نہ صرف ملک کی حوصلہ افزائی ہے بلکہ فرمان مبارک کی تعمیل کی سعادت بھی حاصل کرنا ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ حکومت سرکار عالی اراکین مجلس عالیہ عدالت اور دیگر عہدہ داران تقرر کے وقت حقوق طیلسانین عثمانیہ کو پیش نظر رکھ کر شہریان ملک کو اور بالخصوص فرزندان جامعہ کو اظہار تشکر کا موقع دیں گی۔"

مہاسبھا کی قرارداد
اور اس کے مضمرات

"کینڈیڈس" ٹائمز آف انڈیا میں تحریر کرتا ہے کہ مہاسبھا کی مجلس عاملہ نے ایک قرارداد منظور کر کے سیاسی تعطل کو دور کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ مہاسبھا کی کوششیں کس حد تک کامیاب ہوں گی یہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ مہاسبھا نے یہ دھمکی دی ہے کہ اگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو تو وہ جوابی تعاون کی پالیسی پر لوٹ جائے گی۔ ممکن ہے کہ یہ دھمکی عمل میں لائی جائے یا صرف ایک دھمکی ثابت ہو جیسا کہ مدورا میں دسمبر ۱۹۴۱ء میں دھمکی دی گئی تھی۔ بہرحال مہاسبھا نے مجوزہ کرانے کی ذمہ داری قبول کی ہے اور اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اگر چار ہفتوں میں کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو تو وہ راست عمل شروع کر دے گی۔

مہاسبھا کی قرارداد ایک رنگ آمیز نقالی ہے کانگریس کی قرارداد کی۔ اس میں فوری راست عمل کی دھمکی نہیں دی گئی لیکن اس کے ارکان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مہاسبھا کے سیاسی مطالبات وہی ہیں جو کانگریس کے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ مہاسبھا یہ نہیں چاہتی کہ ملک کا نظم و نسق مسلم لیگ کے سپرد کیا جائے۔ وہ مسلمانوں کے حق خودارادیت کے سوال کو ایک بین الاقوامی ثالثی کے سپرد کرنا چاہتی ہے۔ اس کا یہ مطالبہ ہے کہ باقی اختیارات بجائے صوبوں کے مرکز کو حاصل رہیں۔ مہاسبھا کی قرارداد کا سیاسی حصہ نقطۂ نظر کی تبدیلی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مہاسبھا کے قائدین میں کوئی تغیر ہوا ہے بلکہ اس کے پیروؤں کے رجحانات جیسے ہوتے معلوم ہوتے ہیں۔ مسٹر گاندھی اور کانگریسی لیڈروں کی گرفتاری کے بعد ملک کے طول و عرض میں جو بدامنی اور امن سوزی کے واقعات رونما ہوئے ہیں ان میں غیر کانگریسی عنصر کا کافی حصہ تھا۔ اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ۹ اگست سے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں ان میں غیر کانگریسیوں کا بھی ہاتھ رہا ہے۔ ایسے افراد جو مہاسبھائی رجحانات رکھتے تھے کانگریس کی تحریک کو تقویت پہنچاتے رہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہندو عوام اپنا سیاسی سبق بالعموم کانگریس سے لیتے ہیں اور فرقہ وارانہ معاملات میں مہاسبھا کی پیروی کرتے ہیں۔ اس کشمکش میں مسلمان غیر جانبدار ہیں اور ہندو فرقہ کانگریس سے ہمدردی رکھتا ہے۔ اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ افراد جو باقاعدہ طور پر کانگریس کے رکن نہیں ہیں حالیہ واقعات میں کافی حصہ لیتے رہے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ بآسانی اخذ ہوتا ہے کہ مہاسبھا کے پیروؤں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ کانگریس کے مطالبات کے حامی ہیں۔ مہاسبھا کی قرارداد دہلی میں یہی عنصر کارفرما رہا ہے۔

مہاسبھا کی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ "باعزت سمجھوتہ برطانیہ اور ہندوستان میں سمجھوتہ کرنے کی غرض سے ایک منصب کی تشکیل دی جائے اور قومی مطالبہ کی تائید میں سارے ہندوستان میں رائے عامہ کو بیدار کیا جائے۔"

مہاسبھائے ہند کے ہر شعلم پر یہ بات واضح ہے کہ مسلم لیگ کو پاکستان سے دست بردار ہونے کی ترغیب دے کر سیاسی تعطل کو دور کرنے کی کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کے نصب العین پر گفت و شنید ممکن نہیں البتہ اس کو روبہ عمل لانے کے طریقے رائے عامہ معلوم کرنے کی نسبت گفت و شنید ہو سکتی ہے۔ پاکستان کے نصب العین سے ہٹنا لیگ کے لئے ممکن نہیں۔ وہ اس سے دست بردار نہیں ہو سکتی۔ تھوڑی دیر کے لئے اس بنیادی نقطۂ نظر کو نظرانداز کر کے جو مہاسبھا نے پاکستان کی نسبت اختیار کیا ہے اگر مسلم لیگ کی قرارداد بمبئی کی بنیاد پر مفاہمت کی کوشش کی جائے تو بے سود نہ ہوگی۔ لیگ کی قرارداد کا ماحصل یہ مطالبہ ہے کہ برطانیہ اور ہندوستان کی سیاسی جماعتیں خود مختار مسلم مملکتوں کے قیام پر راضی ہو جائیں اور اس کے لئے مسلم رائے عامہ حاصل کی جائے۔

کانگریس نے بالواسطہ طور پر رائے عامہ حاصل کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔ لیگ نے استصواب عامہ کو مسلمانوں تک محدود رکھا ہے لیکن کانگریس کی تجاویز اور کانگریس کی روش سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حق خودارادیت کی نسبت ان مخصوص علاقوں کی مسلم رائے عامہ کے ساتھ ساتھ غیر مسلم رائے عامہ بھی حاصل کی جائے۔ دوسرے الفاظ میں استصواب عامہ کی نوعیت کے متعلق اختلاف ہے یعنی استصواب عامہ فرقہ وارانہ ہو یا علاقہ واری۔ لیگ کی قرارداد میں فرقہ وارانہ استصواب عامہ پر زور دیا گیا ہے۔ کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس نازک صورت حال میں لیگ اپنے مطالبے کے اس حصہ میں کوئی ترمیم کرے گی؟ لیگ پر یہ اعتراض کیا جا رہا ہے کہ اس کی روش سے کوئی مدد نہیں مل رہی ہے۔ جب ایک بار حق خودارادیت کے اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ دریافت کرنا مناسب نہ ہوگا کہ آیا مسلم لیگ تفصیلات کی نسبت کسی ترمیم پر راضی ہوگی۔ بہرحال مسٹر راجگوپال آچاری کا جنہوں نے چند ماہ قبل بمبئی میں مسٹر جناح سے طویل گفتگو کی ہے یہ خیال ہے کہ اگر اصول طے ہو جائے تو لیگ فرقہ واری استصواب عامہ پر زیادہ اصرار نہیں کرے گی۔

اگر یہ تجزیہ صحیح ہے تو صرف ایک یہ باقی رہ جاتا ہے کہ کیوں مسلم لیگ اور کانگریس متحدہ طور پر یہ مطالبہ نہ کریں کہ عارضی حکومت کے ہاتھ اقتدار منتقل کیا جائے۔

پبلک کارکنوں کے مشاغل

آندھرا کانفرنس کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ مسٹر رامکوٹیشور کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی قرارداد کے رد عمل پر غور کیا گیا۔ مجلس عاملہ نے ریاست حیدرآباد کی صورت حال پر غور کرنے کے بعد ایک قرارداد مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دی جو مسٹر ایم ہنمنت راؤ، مسٹر ایم نرسنگ راؤ، مسٹر بی رام کشن راؤ، مسٹر ایم چندر راؤ اور مسٹر نارائن ریڈی پر مشتمل تھی۔ کمیٹی نے مسودہ قرارداد میں مسٹر نرسنگ راؤ کی اس اپیل کا اعادہ کیا جس میں انہوں نے دوسری جماعتوں سے خواہش کی ہے کہ حیدرآباد کی آزادی کے مسئلہ پر متحد ہو جائیں اور ایک قومی حکومت تشکیل دی جائے۔ اس مقصد کے لئے ہندو جماعت نواب بہادر یار جنگ بہادر کو سارے ملک کا قائد تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے۔

نظام راشٹر یا پاٹا شالی کانفرنس کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ بتاریخ ۲۰ مہر بمقام گڑگورہ منعقد ہوا جس میں بعض اہم مسائل پر غور کیا گیا۔

بھکان راشٹر پاچاری بصدارت مسٹر جنار دھن راؤ دیسائی کرناٹک کانفرنس کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ ہوا جس میں حالات حاضرہ پر چار گھنٹے بحث ہوئی اور قرارداد مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دی گئی۔

بتاریخ ۲۰ مہر آریہ کنیا پاٹھ شالا کاچی گوڑہ کی افتتاحی رسم تارا وتی بائی نے ادا کی۔ مسٹر جیند پال اور مسٹر موہن لال کی تقاریر بھی ہوئیں۔

۱۷ مہر کو آریہ سماج اودگیر کا ایک جلسہ ہوا جس میں پنڈت ڈگمبر داس وغیرہ کی تقریریں ہوئیں۔

مسٹر نریندر معتمد آریہ پرتی ندھی سبھا حیدرآباد ایک طویل صحافتی بیان میں تحریر کرتے ہیں کہ معلومات عامہ کے ایک پریس نوٹ میں تین ماہ تک جلوس ہائے عام میں اسلحہ لے جانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ مسٹر نریندر نے گزارش کی ہے کہ آریہ سماجی جلوسوں کو ان احکام سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ ان حالات کے تحت پرتی ندھی سبھا بھی اپنے آپ کو بے بس ہی ہمیشہ گوارا نہیں کر سکتی۔

آریہ سماج نارائن گوڑہ میں سری کرشن جنم اتسو منایا گیا جس میں مسٹر موہن لال وامن اور مسٹر ونکٹ راؤ وغیرہ نے تقریریں کیں۔

۳۰ مہر کو مجلس عاملہ آریہ پرتی ندھی سبھا کا ایک جلسہ ہوا جس میں حسب ذیل شعبوں کے لئے معتمدین کا انتخاب عمل میں آیا۔ شعبہ ویدپرچار، شعبہ پرگمشدہ، شعبہ تبلیغ و اخبارات، شعبہ ... منتخب کیا گیا۔ اس کے علاوہ پروگرام کا ایک سکیم مرتب کیا گیا۔

مسٹر سماسی ناتھ راؤ ودیہ، مسٹر راماچاری، مسٹر گنگی ریڈی، مسٹر گنپت راؤ، مسٹر چنا رام راؤ دیسائی اور مسٹر ایم رنگا نے مجلس عاملہ سے استعفا دیدیا ہے۔

مجلس اتحاد المسلمین گنگاکیڑ ضلع پربھنی کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں حیدرآباد کی خودمختاری سے متعلق ورکنگ مجلس اتحاد المسلمین کی قرارداد کی تائید کی گئی۔

نواب بہادر یار جنگ بہادر جو ریاستی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے جلسہ کی صدارت کے لئے ناگپور تشریف لے گئے تھے بلدہ واپس آئے۔

امن سوزی اور قانون شکنی کی مہم

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۱))

شریک ہو سکتے ہیں حالانکہ سابقہ تحریکات میں مہاتما جی ہر رہنما کے نام کو جانچتے تھے۔ چند ہفتے قبل ڈاکٹر راجندر پرشاد نے پٹنہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ تحریک کی نوعیت ایسی ہوگی کہ حکومت گولی چلانے اور بمباری کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ تحریک نے جو صورت بعد میں اختیار کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے سوچ سمجھ کر یہ الفاظ استعمال کئے تھے۔ اس سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اس تحریک کی پوری تصویر ڈاکٹر راجندر پرشاد کے سامنے تھی۔

یہ بات بھی اب ظاہر ہو چکی ہے کہ تحریک کے شروع ہوتے ہی مختلف شہروں اور مقامات کے مقامی کانگریسی لیڈر گرفتاری سے بچ رہے ہیں اور روپوش ہو گئے ہیں خفیہ طور پر ہر روز ہدایتیں شائع ہو رہی ہیں اور لوگوں کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ اس تحریک کو تیز تر کریں۔ ان ہدایات میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ کن مقامات پر حملہ کرنا چاہئے حکومت کے خلاف ہر قسم کی افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں پیروں فقیروں میں مہاتما جی کا نام لیا جا رہا ہے اور ہدایات اس طرح شائع کی جا رہی ہیں گویا یہ مہاتما جی کی ہدایات ہیں۔ معمولی سمجھ رکھنے والا بھی اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ کانگریسی لیڈروں کے روپوش ہو جانے اور ان ہدایات کی اشاعت میں کیا تعلق ہے؟ یہ بحث کی جا سکتی ہے کہ ان ہدایتوں کی ذمہ داری کانگریسی لیڈروں پر عائد نہیں ہوتی کیونکہ موجودہ حالات کے تحت ہر شخص ایسی ہدایات جاری کر سکتا ہے۔ لیکن ایسے مدبر جن کی نگاہ سے یہ ہدایات درج شدہ مشہور کانگریسی کارکنوں کے پاس سے برآمد ہوئے نا بابت ہے کانگریسی لیڈر ابھی جیل سے باہر ہیں جو ان ہدایتوں اور ہدایات کی تردید کر سکتے ہیں۔ ان کی خاموشی اس خیال کو تقویت دیتی ہے کہ ان کے اندر کانگریس کی تائید ہے۔

ان تمام واقعات اور حالات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ تحریک کانگریس کی قیادت میں جاری کی گئی ہے۔ اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے تشدد، لوٹ مار، قتل و غارت گری…

دیگر، عدم تعاون، اور ستیہ گرہ وغیرہ کے ذریعہ منوانے میں ناکام رہنے کے بعد کانگریسی لیڈر تشدد کا حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ صف اول کے لیڈر گو کہ اس حربہ کا استعمال پسند نہ کرتے ہوں لیکن ان کی پالیسی ناگزیر طور پر اسی طرف لیجاتی ہے۔

[illegible] مطبع [illegible] میں طبع ہو کر باہتمام [illegible] دفتر حکمت [illegible] سے شائع ہوا۔